امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 4 محرم الحرام 1437ھ بمطابق نومبر 2015ء شمارہ 9

قندوز ہسپتال پر وحشیانہ بمباری،
کابل ادارے اور مغربی ممالک کی شرمناک خاموشی

امارت اسلامیہ کا ایک اور شاہکار کارنامہ

ملا محمد عمر مجاہد: امت مسلمہ کے لیے کیا کر گذرے؟

جب میری نظر طالبان پر پڑی!

طالبان کی نئی تبدیلیاں اور اندازے حقائق کی روشنی میں

فتح قندوز، ہسپتال پر بمباری اور دشمن کا منفی پروپیگنڈہ

غزنی جیل: چار مجاہد شہید، 450 رہا

غزنی جیل پر حملے کے متعلق صوبائی ذمہ دار سے گفتگو

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت قال رسول الله ﷺ نمت فرأيتنى فى الجنة فسمعت فيها قراءة فقلت من هذا؟ قالوا حارثة بن النعمان، كذلكم البر كذلكم البر وكان ابرّ الناس بأمه۔

[رواه البغوی فی شرح السنة والبیهقی فی شعب الایمان]

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں، وہیں میں نے کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی تو میں نے دریافت کیا کہ "اللہ تعالیٰ کا یہ کون بندہ ہے جو یہاں جنت میں قرآن پڑھ رہا ہے؟" تو مجھے بتایا گیا کہ "یہ حارثہ بن نعمان ہیں" ماں باپ کی خدمت واطاعت شعاری ایسی ہی چیز ہے، ماں باپ کی خدمت واطاعت شعاری ایسی ہی چیز ہے۔ [رسول اللہ ﷺ نے اپنا یہ خواب بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ] حارثہ بن نعمان اپنی ماں کے بہت ہی خدمت گزار اور اطاعت شعار تھے۔ [یعنی اس عمل نے ان کو اس مقام تک پہنچایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنت میں ان کی قراءت سنی]۔

فرمان امیر المومنین ملا اختر محمد منصور حفظہ اللہ

تمام ہمدرد علماء کرام، دانشور اور صاحب نظر لوگوں سے میری درخواست ہے کہ امارت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی اور عسکری، سیاسی، تعلیمی، تربیتی، ثقافتی، اقتصادی اور دیگر اجتماعی معاملات میں مثبت، معیاری اور موثر خدمات انجام دینے، منصوبوں کی تشکیل اور ان کو عملی شکل دینے میں مفید مشوروں اور عملی تعاون سے گریز نہ کریں۔ امارت اسلامیہ نہ صرف ایک جہادی اور سیاسی تحریک ہے بلکہ مسلمان عوام کی بیداری، تربیت اور ہمہ پہلو ترقی کا ضامن ایک نظام بھی ہے۔ اپنی عوام کی خوشحالی اور ترقی کے لیے اس کا تعاون کریں۔ اس مشترکہ گھر میں تمام افراد اور طبقات ... خصوصا عصری اور دینی استعدادوں کے درمیان قربت، ہم آہنگی اور مضبوط تعاون کا رشتہ ہونا چاہیے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 4 محرم الحرام 1437ھ بمطابق نومبر 2015ء شمارہ 9

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس درون

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	قندوز ہسپتال پر وحشیانہ بمباری کابل ادارے اور مغربی ممالک کی شرمناک خاموشی	2
2	قندوز کی تاریخی فتح کا مختصر جائزہ	4
3	جب میری نظر طالبان پر پڑی!	6
4	پر فریب اصطلاحات	7
5	حالیہ فتوحات نے کیا کچھ واضح کر دیا؟	8
6	امارت اسلامی کا ایک اور شاہکار کارنامہ	9
7	یہ بہت افسوس ناک ہے...	11
8	فتح قندوز، ہسپتال پر بمباری اور دشمن کا منفی پروپیگنڈہ	13
9	مجاہدین کی فتح کابل انتظامیہ کی اہلیت پر سوالیہ نشان ہیں	17
10	وداع...!؟	18
11	مسلسل فتوحات	19
12	شرم ان کو مگر نہیں آتی!	20
13	طالبان کی نئی تبدیلیاں اور ادعائے حقائق کی روشنی میں	21
14	غزنی جیل پر حملے کے واقعے کے متعلق صوبائی ذمہ دار سے گفتگو	23
15	قندوز کی فتح اور دشمن کے الزامات	25
16	کیا ہم خود مختار ہیں؟	26
17	مذاکرات دشمن کا ناکام ہتھکنڈہ ہیں	27
18	مولوی عبدالہادی اختر زادہ حیات اور خدمات	29
19	اشرف غنی اور ان کے جنگی کمانڈرز	32
20	ملا محمد عمر مجاہد: امت مسلمہ کے لیے کیا کر گذرے؟	33
21	افغانستان ستمبر 2015 میں	39
22	جنگی جرائم (ستمبر 2015)	43
23	ذی الحجہ کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول	44

مدیر اعلیٰ
ولید افغان

نائب مدیر
شمس ابدالی

مجلس مشاورت
ملا اسد افغان — ہارون بلخی
اکرم تاشقین — محمد فرحد جانباز
سیف العادل احرار

ڈیزائننگ
مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ: 30 روپے
سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون
امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک ____ 40 ڈالر
سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات ____ 30 ڈالر
بنگلہ دیش ____ 28 ڈالر

www.shahamat-urdu.com
www.twiter.com/shariatmagazine
shariatmagazine@yahoo.com
www.facebook.com/shariatmagazine

کابل ادارے اور مغربی ممالک کی شرمناک خاموشی

کابل ادارے کے کٹھ پتلی، پرائی اقتدار پر فریفتہ دو غلام اور صرف نام کے سربراہ، اشرف غنی اور عبداللہ جب امریکہ کے ساتھ سٹریٹیجک معاہدہ کے نام پر وطن فروشی کے معاہدے پر دستخط کر رہے تھے تو اسی وقت ملک، ملت اور دین سے محبت کرنے والے خودمختاری اور آزادی پسند افغانوں نے اس کی بھرپور مخالفت کی تھی۔ سب کا کہنا تھا کہ سٹریٹیجک معاہدہ کی آڑ میں امریکیوں کو قانون سے بالاتر ہونے کی سند دی جارہی ہے۔ جس کی حقیقت آج دن بہ دن کھل کر سامنے آرہی ہے۔

آج صورت حال یہ ہے کہ ہر قسم کی قانونی چارہ جوئی سے بے خوف ہو کر امریکی افغانستان میں خود کو اس کا حقدار بلکہ مکلف سمجھتے ہیں کہ وہ جہاں چاہیں، جیسے چاہیں اور جب چاہیں بلاوجہ عوامی مقامات پر بمباری کریں، افغانیوں کے گھر مسمار کریں اور بلاخوف وخطر ان کا خون بہائیں۔ اسی کوشش میں جب یہ یا ان کے کاسہ لیسوں کا سامنا مجاہدین سے ہوتا ہے اور ان کے ہاتھوں پٹتے ہیں تو پھر یہ لوگ اپنا بدلہ کمزور اور بیچاری عوام سے لیتے ہیں اور " مارے گئے افراد طالبان تھے یا یہاں طالبان کا قیام تھا" کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں۔ عوام پر بمباری اور قتل عام کا قندوز میں پیش آنے والا تازہ واقعہ اسی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔

شمالی علاقہ کے دیگر صوبوں کے لئے دروازے کی حیثیت رکھنے والے افغانستان کے پانچویں بڑے شہر قندوز پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی کامیاب کارروائی، فتح اور پھر جیل سے تقریباً پانچ سو قیدیوں کو جن میں اکثریت مجاہدین کی تھی، رہا کروانے پر دنیا حیران ہے۔ سب کی زبانوں پر یہی ہے کہ 14 برس بعد قندوز جیسے اہم شہر پر طالبان کا قبضہ کابل ادارے اور بیرونی غاصب قوتوں کے منہ پر طمانچہ اور ذلت آمیز شکست ہے۔ اور تو اور شب وروز کابل ادارے اور بیرونی غاصبوں کے آگے دُم ہلانے والا میڈیا بھی یہ اعتراف کئے بنا نہ رہ سکا کہ " قندوز پر قبضہ 2001 کے بعد طالبان کی سب سے بڑی کامیابی ہے"۔

قندوز کو مجاہدین کے قبضے سے چھڑانے کے لئے نیٹو افواج بھی اپنے کاسہ لیسوں کی مدد کے لئے میدان میں آگئیں لیکن کسی قسم کی کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ اور جب بھی مجاہدین کے خلاف ان کا کوئی مشترکہ حملہ ناکام ہوا ہے تو انہوں نے اپنی مسلسل شکستوں کا بدلہ قندوز کے مسلمانوں سے لینے کے لئے بمباری شروع کر دی ہے، اسی سلسلے میں 3، اکتوبر کو امریکی فوج نے قندوز شہر میں واقع عالمی امدادی ادارے MSF کے ایک ہسپتال پر بمباری کی جس میں عملہ کے 12، ارکان اور 10 مریض جان بحق جبکہ 37، افراد زخمی ہوگئے ہیں۔ مرنے والوں میں تین بچے بھی شامل ہیں۔ ہسپتال میں کام کرنے والے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ بمباری میں جان بحق ہونے والے افراد کا گوشت جلا ہوا، چہرے پہچان کے قابل نہیں تھے اور ہسپتال کے نواحی علاقوں میں دور دور تک لوگوں کو سانس لینے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ ان سب باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ امریکیوں نے ہسپتال پر بمباری میں کیمیاوی مواد استعمال کیا ہے۔

ڈاکٹروں اور ہسپتال کے دیگر عملہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب ہسپتال پر بمباری شروع ہوئی تو ہم نے کابل حکومت اور امریکیوں سے رابطہ کیا اور انہیں کہا کہ ہمارے ہسپتال پر بمباری ہو رہی ہے، اسے جلد از جلد بند ہو جانا چاہئے لیکن کہیں بھی شنوائی نہ ہوئی اور تقریباً 100 منٹ تک بمباری جاری رہی۔

ہسپتال پر بمباری امریکی فوج کی ایسی وحشیانہ کارروائی ہے جس کی اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی کے سربراہ زید رعد الحسن نے بھی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ " یہ ایک ایسا ناقابل معافی عمل ہے جسے جنگی جرائم میں شمار کیا جاسکتا ہے"۔

ہسپتال پر بمباری کے بعد سے اب تک امریکہ نے تین مرتبہ اپنا بیان بدل لیا ہے۔ شروع میں کہا غلطی سے ایسا ہوا ہے۔ پھر کہا کہ یہاں سے ہم پر فائرنگ ہوئی تھی اس لئے ہم نے جواباً بمباری کر دی۔ بعد میں نیٹو اور امریکی فوج کے سربراہ جنرل کیمپبل نے واشنگٹن میں پریس کانفرنس میں کہا کہ افغانی فوجیوں کا کہنا تھا کہ مسلح افراد نے ہسپتال سے ہم پر فائرنگ کی ہے اس لئے افغان فوجیوں کے مطالبہ پر ہم نے قندوز ہسپتال پر بمباری کی۔ چونکہ امریکی جھوٹ بول رہے تھے اس لئے بار بار ان کا بیان بدلتا رہتا ہے۔ اگرچہ اب امریکہ نے اس معاملے میں اپنی غلطی تسلیم کر لی ہے، معافی بھی مانگ لی ہے اور جان بحق ہونے والے افراد کے لئے کچھ پیسوں کا بھی اعلان کیا ہے

۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا صرف معافی مانگنے اور جان بحق افراد میں سے ہر فرد کے بدلے دو تین ہزار ڈالر دینے سے اتنا بڑا جرم معاف ہو سکتا ہے؟ کیا جان بحق ہونے والے افغانوں کا خون اتنا سستا ہے کہ اتنی اسانی سے معاف ہو جائے گا؟۔ کیا امریکہ اور دیگر مغربی ممالک اپنے پیروکاروں کو بھی اسی نظر سے دیکھتے ہیں جس نظر سے ہمیں دیکھتا ہے؟ اگر کسی اسلامی ملک کی فوج امریکہ یا کسی اور مغربی ملک کے شہریوں کو یوں بلاوجہ ایسی بے رحمی سے قتل کرے تو کیا یہ صرف معافی مانگنے پر مسلمان فوج کو معاف کر دیں گے؟ نہیں۔

جبکہ امریکیوں کی معافی مانگنا، غلطی تسلیم کرنا وغیرہ سب افغانوں کو دھوکہ دینے اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے ہے، انہیں اپنے کئے پر ذرا بھی ندامت نہیں اور نہ ہی آئندہ اس قسم کی حرکات سے باز رہنے کا ارادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں امریکیوں کے ہاتھوں عوامی قتل عام کا سلسلہ تھمتا نہیں بلکہ بڑھتا ہی جارہا ہے۔

اس واقعہ کے صرف ۱۰، دن بعد صوبہ لوگر کے مرکزی شہر ”پل علم“ کے گاؤں ”ہونی سیدان“ میں امریکی فوج کے ایک ٹینک کو بموں سے اڑایا گیا، تھوڑی دیر بعد آنے والے دوسرے امریکی فوجیوں نے علاقہ کے بے خبر لوگوں کو بچوں سمیت گھروں سے باہر نکالا اوران پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ۴ ،افراد شہید جبکہ ۱۵، زخمی ہوئے۔ اوراس واقعہ کو ابھی ایک ہفتہ بھی نہ ہوا تھا کہ ۱۸، اکتوبر کو اسی صوبہ لوگر کے ضلع ”خروار“ کے گاؤں تیمور، جہاں طالبان مجاہدین نے کٹھ پتلی ادارے کے ۱۶ فوجیوں کو ایک حملہ کے دوران قتل اور زخمی کیا تھا، میں غاصب قوتوں نے شادی کی تقریب پر بمباری کی جس میں ۶، افراد شہید ہو گئے۔

سابق افغان صدر حامد کرزئی امریکی وفاداری میں کسی سے کم نہ تھے لیکن انہیں عوام کو بہلا پھسلا کر کام نکالنے کا ہنر آتا تھا، اس کے دور میں جب کبھی امریکی یا دیگر غاصبین کی جانب سے بمباری، ظلم و تشدد اور راتوں کو گھروں کی تلاشی کے دوران عام شہریوں کی ہلاکت کا کوئی واقعہ پیش آتا تو وہ ظاہری طور پر بیرونی غاصبوں کے خلاف کچھ نہ کچھ رد عمل اور زبانی ناراضگی کا اظہار کرتے اور کبھی کبھی تو مگرمچھ کے آنسو بھی بہا لیتے ..... لیکن کیا کہنے اشرف غنی اور عبداللہ کے ! کہ امریکی غلامی اور وفاداری کی دوڑ میں آگے ہی بڑھتے جارہے ہیں جس کا تازہ ثبوت قندوز ہسپتال پر بمباری اور اس کے فوری بعد لوگر میں یکے بعد دیگرے دو واقعات پر ان گونگے شیطانوں کی خوفناک خاموشی ہے۔ رد عمل تو خیر وہ کیا کرتے؟ انہیں تو ظاہری اور دکھاوے کے لئے ہمدردی کے دو چار الفاظ منہ سے نکالنے کی توفیق بھی نہ ہوئی۔ بلکہ جب اوبامہ نے افغانستان سے فوج نکالنے سے متعلق اپنا وعدہ توڑتے ہوئے اعلان کیا کہ ہماری فوجیں 2017 کے آخر تک افغانستان میں رہیں گی تو کٹھ پتلی اشرف غنی نے امریکی وفاداری کا دم بھرتے ہوئے فوراً اوبامہ کے اس فیصلے کی تائید کی اور صدارتی محل میں امریکی سینیٹروں کو اس فیصلے کی مبارک باد دی۔

ان تازہ واقعات نے اگر ایک طرف امریکہ کا وحشی پن اور کابل کے تخت پر بٹھائے گئے غلاموں کے چہرے دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دیئے ہیں تو دوسری طرف مغربی ممالک کے انسانی حقوق اور مساوات کے جھوٹے دعوؤں کی حقیقت کو بھی خوب واضح کیا ہے۔

مغربی ممالک کی عوام اپنے ملک میں ملکی پولیس یا فوج کے ہاتھوں عام شہریوں کے قتل کے ایک چھوٹے سے واقعے پر پورے ملک کو سر پر اٹھا لیتے ہیں، افغانستان میں اس امریکی وحشیانہ بمباری پر خاموش رہنا بہت بڑی زیادتی اور انسانیت دشمنی ہے۔ اگر حقیقتاً یہ انسان دوست ہوتے (جیسا کہ ہمارے بعض نام نہاد دانشور اور مغربی کاسہ لیس یہ راگ الاپتے تھکتے نہیں) اور دنیا بھر کے تمام انسانوں کو ایک نظر سے دیکھتے تو انہیں چاہئے تھا کہ امریکہ کی اس وحشت پر اپنا رد عمل ظاہر کرتے اور اپنے حکمرانوں سے پر زور مطالبہ کرتے کہ افغانستان سے ان فوجیوں کو واپس بلا کر عبرتناک سزا دی جائے جو ہسپتالوں، جنازوں، شادی کی تقریبات اور دیگر عام مقامات پر بمباریاں کرتے اور عام شہریوں کا قتل عام کرتے ہیں۔

مغربی عوام میں اگر ذرہ بھر حق پرستی بھی ہو تو چاہیے کہ وہ افغانستان پر حملے کا فیصلہ کرنے یا افغانستان پر یلغار کرنے کے لئے بنائے گئے اتحاد میں اپنی فوج کو شامل کرنے پر اپنے حکمرانوں کا محاکمہ کریں۔ مغربی عوام اگر اتنی جرأت نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ اپنے حکمرانوں سے یہ مطالبہ کریں کہ اس بے فائدہ جنگ میں مزید اپنی فوج اور بے بہا دولت کو ضائع نہ کریں، جلد از جلد اپنی فوجوں کو افغانستان سے نکال لائیں اور افغانوں کو وہاں وہ نظام نافذ کرنے دیں جس کے لئے انہوں نے لاکھوں جانوں کی قربانیاں دی ہیں اور تا حال دے رہے ہیں۔

مغربی عوام اگر ایسا کرتے ہیں تو دنیا میں ان کی کچھ نہ کچھ عزت باقی رہ جائے گی ورنہ ذلت بھری ایک بڑی شکست تو ویسے بھی ان کا مقدر ہے..... پھر کف افسوس ملنے سے کچھ نہ ہو گا۔

قندوز کی تاریخی فتح کا مختصر جائزہ

ابو عابد

قندوز افغانستان کے شمال میں واقع ہے، جس کے مشرق میں تخار، جنوب میں بغلان، مغرب میں بلخ اور شمال میں ہمسایہ ملک تاجکستان واقع ہے۔ قندوز 8040 مربع کلو میٹر کے رقبے پر پھیلا ہوا ایک زرخیز صوبہ ہے۔ جس کی آبادی آخری سروے کے مطابق ایک ملین سے زائد ہے۔ جن میں سے تقریباً 2 لاکھ افراد مرکزی شہر میں آباد ہیں۔ قندوز مرکزی شہر سمیت 6 اضلاع امام صاحب، چہار درہ، قلعہ زال، علی آباد، خان آباد اور دشتِ ارچی پر مشتمل ہے۔ قندوز کے باسیوں میں پشتون، تاجک، ازبک، ترکمن، ایماق اور ہزارہ قبائل شامل ہیں۔

کوہِ ہندوکش کے دوسرے شمالی علاقوں کی طرح صوبہ قندوز بھی ایک زرخیز زمین ہے، جس میں 70 فیصد سے زیادہ افراد زراعت سے وابستہ ہیں۔ گندم، چاول، کپاس اور خربوزے اس علاقے کی مشہور پیداوار ہیں۔ ملکی سطح پر ان کی مانگ بہت زیادہ ہے۔ ماضی میں قندوز میں گھی اور کپاس کے کارخانے بھی موجود تھے۔ اسی طرح قندوز میں بڑے پیمانے پر قالین کا کاروبار بھی ہوتا ہے۔

قندوز کا مرکزی شہر مجاہدین کے قبضے میں:

قندوز کا مرکزی شہر افغانستان کے شمال میں مزار شریف کے بعد دوسرا سب سے بڑا شہر ہے، جب کہ افغانستان کی سطح پر چھٹا بڑا شہر ہے۔ اسی طرح یہ شمال مشرقی افغانستان کا داخلی دروازہ اور اہم تجارتی مرکز بھی ہے، جسے رواں سال 28 ستمبر کو امارت اسلامی کے مجاہدین نے فتح کیا۔ مجاہدین نے 28 ستمبر کو علی الصبح شہر پر کئی اطراف سے حملہ کیا۔ عینی شاہدین اور معتبر ذرائع کے مطابق مجاہدین کی پیش قدمی نہایت منظم طریقے اور پہلے سے ترتیب شدہ منصوبے کے مطابق جاری رہی۔ تیزی سے پیش رفت کے بجائے مجاہدین آہستہ آہستہ پیش قدمی کرتے رہے۔ دوپہر کو مجاہدین نے کچھ وقت کے لیے اپنی پیش قدمی روک لی۔ قندوز میں موجود کٹھ پتلی حکومت کے اہل کار طالبان کی اس جنگی چال کو سمجھ نہ سکے اور جلد میڈیا پر بیانات دینے لگے کہ طالبان کو قندوز سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ لیکن طالبان نے یہ توقف کچھ آرام کرنے یا جنگ میں تازہ دم مجاہدین کے پہنچنے کے لیے کیا تھا۔ سہ پہر تین بجے کے قریب طالبان نے ایک مرتبہ پھر حکومتی اہل کاروں پر دھاوا بول دیا۔ شہر کے سکیورٹی حصار کو توڑ کر اندر داخل ہوئے اور یہاں سول ہسپتال، محکمۂ زراعت وصنعت کے دفاتر اور متعدد سرکاری عمارتوں سمیت حکومت کے اہم سرکاری دفاتر کا کنٹرول حاصل کر لیا۔ اس لمحے کے بعد قندوز کے گلی کوچوں میں بھاگتے دشمن اور طالبان مجاہدین کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا اور عشاء سے قبل طالبان نے قندوز جیل، عدلیہ، وزارت، آئی جی آفس، صوبائی ہیڈ کوارٹر، سکیورٹی فورسز کے اہم مرکز سمیت تمام حکومتی دفاتر پر قبضہ کر کے دشمن افواج کو شہر سے نکال کر ہوائی اڈے اور بالا حصار تک پہنچایا۔ پھر وہاں ان کا محاصرہ کیے رکھا۔ بعد میں بالا حصار میں محصور اہل کاروں نے بھی مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہو کر اسلحہ مجاہدین کے حوالے کر دیا۔

قندوز آپریشن کے نتائج:

قندوز آپریشن کے ساتھ ہی مجاہدین نے شمال مشرقی افغانستان اور کچھ مرکزی صوبوں میں بھی آپریشن کا آغاز کیا۔ اسی طرح قندوز میں بھی بہت سامالِ غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آیا۔ قندوز آپریشن میں مجاہدین کو ملنے والی نمایاں کامیابیوں کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1۔ قندوز کی مرکزی جیل، جس میں سیکڑوں مجاہدین اور مجاہدین سے روابط کے الزام

میں بڑی تعداد میں مظلوم شہری قید تھے، ان کی رہائی آپریشن کا ایک اہم ہدف تھا۔ الحمدللہ! آپریشن کے پہلے روز یہ جیل مجاہدین کے کنٹرول میں آیا اور سیکڑوں قیدی مجاہدین کو رہائی ملی۔

2۔ قندوز شمالی اور شمال مشرقی صوبوں کے لیے دشمن کا ایک اہم فوجی ہیڈ کوارٹر اور رہنمائی کا مرکز تھا۔ مجاہدین نے اس اہم مرکز پر حملے کے نتیجے میں بغلان، تخار اور بدخشان کے وسیع علاقوں میں معمولی آپریشن کے نتیجے میں کئی اہم اضلاع پر بہ آسانی قبضہ کرکے انہیں دشمن کے وجود سے پاک کردیا۔ جن میں بغلان کا ''تالہ بروفک'' ضلع مرکزی بغلان اور پل خمری کے نواحی علاقوں میں درجنوں دیہات، تخار کے اشکمش، ینگی کلا اور خواجہ غار اضلاع، بدخشان کا ضلع وردوج اور بھارک، صوبہ قندوز کے مختلف اضلاع امام صاحب، قلعہ زال اور چہار درہ مکمل طور پر، جب کہ علی آباد کا 70 فیصد علاقہ مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوا۔ ان تمام اضلاع میں درجنوں فوجی گاڑیاں، سیکڑوں کی تعداد میں ہلکے اور بھاری ہتھیار اور بڑی مقدار میں مالِ غنیمت بھی مجاہدین کے ہاتھ آیا۔ فتوحات کا یہ سلسلہ اس سے پہلے کبھی دیکھا نہیں گیا۔

3۔ قندوز آپریشن کے نتیجے میں مختلف قسم کی سیکڑوں فوجی گاڑیاں، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں کئی ٹن چھوٹے اور بڑے ہتھیاروں کی گولیاں مجاہدین کے ہاتھ آئیں۔ اس کے ساتھ پولیس ہیڈ کوارٹر اور دوسرے سیکورٹی اداروں کے دفاتر سے بھی مالِ غنیمت کے طور پر مجاہدین کے ہاتھ آئے ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اس آپریشن کے نتیجے میں ملنے والی کامیابیاں مستقبل میں مجاہدین کی فوجی طاقت کو مزید تقویت دینے کا باعث ہوں گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

قندوز اور پورے شمال مشرقی افغانستان کی بڑی فتوحات میں مجاہدین کے نقصانات بہت کم اور نہ ہونے کے برابر تھے۔ آپریشن کے مضبوط پلان کی وجہ سے عام شہریوں کے بھی نقصانات نہیں ہوئے۔

قندوز آپریشن کے نتیجے میں عیاں ہونے والے حقائق:

1۔ طالبان ایک کمزور اور چھوٹی قوت نہیں، بلکہ ایک منظم اور حکومت کے مقابلے میں ایک متوازی جنگی صف ہے، جو ملک کے چھٹے بڑے شہر کو چند گھنٹوں میں فتح کرنے اور دشمن کو ناک رگڑنے پر کر مجبور سکتی ہے۔

2۔ حکومتی فورسز توقع سے زیادہ کمزور اور بزدل ہیں، جن میں مقابلے کی قوت اور تجربہ بالکل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ایک معمولی حملہ بھی انہیں بھاگنے پر مجبور کر سکتا ہے۔

3۔ قندوز آپریشن سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مجاہدین کو دیہات کی طرح شہروں میں بھی وسیع شہری حمایت حاصل ہے۔ قندوز کے شہریوں نے طالبان کا پرتپاک استقبال کیا۔ انہیں محبت سے گلے لگایا اور ان کے ساتھ مسکراتے ہوئے سیلفی بنائی۔

4۔ اس کامیابی کے نتیجے میں یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ طالبان نے سابقہ تنظیمی مجاہدین کی طرح شہروں کی فتح کے بعد غنیمت کے بہانے لوٹ مار نہیں کی۔ (حالانکہ میڈیا پر زور وشور سے یہ پروپیگنڈہ جاری تھا) بلکہ سب سے پہلے شہر کی سیکورٹی اور لوگوں کے اموال کی حفاظت کی خاطر ٹھوس اقدامات کیے گئے، تاکہ ان لوگوں کا راستہ بھی روکا جاسکے، جو لوٹ مار کے ایسے بہانوں کے انتظار میں رہتے ہیں۔

5۔ قندوز آپریشن مجاہدین کے لیے شہر میں لڑائی کا پہلا تجربہ تھا، جس کی کامیابی سے ثابت ہوا کہ مجاہدین جس طرح صحراؤں، پہاڑوں اور کھلے میدانوں میں دشمن کے دانت کھٹے کرسکتے ہیں، اسی طرح شہر شہر، گلی گلی اور قریہ قریہ میں بھی دشمن کو ناکوں چنے چبوا کر اپنا ہدف آسانی سے حاصل کرسکتے ہیں۔ قندوز کے کامیاب آپریشن نے شہروں کی فتح کے معاملے میں مجاہدین کی صلاحیت محسوس کر لی ہے اور یہ بات کٹھ پتلی حکومت کے لیے خطرے کا باعث ہے۔ کیوں کہ اس سے قبل بھی ہر جگہ ان کا کنٹرول صرف صوبوں کے شہروں تک ہی محدود تھا۔

6۔ جب قندوز میں دشمن کی جوابی کارروائی مسلسل طور پر ناکام ہوئی تو امریکی طیاروں نے شہر پر اندھی بمباری کا آغاز کیا۔ امریکی فوجی قندوز کے مختلف علاقوں میں طیاروں کے ذریعے زمین پر اترے۔ اس واقعے سے ثابت ہوا کہ اوباما کا جنگ کے خاتمے کا اعلان محض دھوکہ اور فریب تھا۔ امریکی اب بھی پہلے کی طرح جنگ میں شریک ہیں اور افغانستان کی جہادی سرزمین پر اپنی حاکمیت کی متکبرانہ سوچ میں ہیں۔ اگر کوئی ان کی جارحیت کے خلاف اقدام کرے تو وہ اپنی پوری فوجی طاقت کے ذریعے انہیں کچل دینے کے لیے میدان میں کود پڑتے ہیں۔

وہ لوگ جو ایک لمبے عرصے تک یہ پروپیگنڈہ کرتے رہے کہ امریکی افواج افغانستان سے نکل چکی ہیں اور یہ جنگ اب بین الافغانی جنگ بن چکی ہے اس لئے طالبان کو چاہیے کہ کسی شرط کے بغیر جنگ بندی کا اعلان کریں، قندوز کی حالیہ بمباری کو یہ لوگ اب کیا نام دیں گے؟ ملک پر اب بھی امریکی اور ان کے اتحادیوں کا تسلط قائم ہے۔ یہاں کی فضاؤں میں اب بھی امریکی طیارے دندناتے پھرتے ہیں اور جہاں ان کے مفادات کو ٹھیس پہنچتی ہے، وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اب بھی جنگ کے اصل محرک یہی امریکی ہیں۔

جب میری نظر طالبان پر پڑی!!

ڈاکٹر مریم ندا

ساتھ مقابلے کے بعد ہمیں یقین تھا کہ وہ اب زندہ نہیں بچیں گے اور طالبان اسے ضرور قتل کریں گے۔

جب سقوطِ قندوز کے بعد افغان فوج کے اہل کار قندوز چھوڑ کر بھاگ نکلے تو ہم یہ سمجھنے لگے کہ اب طالبان تمام شہریوں کو قتل کر دیں گے۔ بچوں اور عورتوں کا بھی قتلِ عام ہو گا۔ کیوں کہ ہمیں طالبان کے بارے میں مسلسل یہی بتایا جا رہا تھا کہ طالبان انسانیت کے دشمن ہیں۔ اللہ گواہ ہے خوف سے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ مَیں اس لمحے کو زندگی کا آخری لمحہ سمجھتی رہی کہ اب طالبان آئیں گے اور گھر کے تمام افراد کو ایک ایک کر کے میرے سامنے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ کیوں کہ ہمارے سامنے گزشتہ تیرہ برس سے یہی راگ الاپا جا رہا تھا۔ مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے بھائی کی تھی، جو افغان فوج میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ وہ قندوز کے قریب بالا حصار میں طالبان کے محاصرے میں تھا۔ لیکن شروع میں ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وہ طالبان کے محاصرے میں ہے۔ مختصر یہ کہ اس وقت طالبان ہمارے محلے میں داخل ہوئے اور بالکل ہمارے گھر کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ محلے میں ایک شور کا سماں تھا۔ ہر شخص گھر سے باہر جا رہا تھا۔ مَیں اپنے گھر کی دوسرے چھت پر گئی، کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ نیچے گلی میں طالبان لوگوں میں گھل مل گئے ہیں۔ ہر شخص کی کوشش یہی ہے کہ وہ طالبان سے ہاتھ ملائے۔ طالبان بھی ہر شخص سے خندہ پیشانی سے پیش آتے، بچوں کو گود میں اٹھاتے، ان کے سروں پر دستِ شفقت رکھتے۔ میری حیرت کی انتہا نہیں رہی کہ یا رب! یہ لوگ تو نہ ہمیں قتل کرتے ہیں، نہ لوگوں سے پست اخلاق سے پیش آتے ہیں، نہ کسی کا مال لوٹتے ہیں، نہ لوگوں پر تشدد کرتے ہیں۔ بھلا یہ کون لوگ ہیں؟ یہ طالبان تو نہیں ہوسکتے۔ اگر یہ طالبان ہیں تو پھر یہ لوگوں کا خون کیوں نہیں بہا رہے؟ میرے ذہن میں وہی سنی سنائی باتیں گردش کرتی رہیں، جو مَیں نے اِس سے قبل لوگوں، بلکہ میڈیا سے سنی تھیں کہ "طالبان قتلِ عام میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔" یہ سب افواہیں اور خدشات خزاں رسیدہ پتوں کی طرح میرے ذہن سے جھڑتے گئے۔ ان کے اخلاق اور اسلامی احکام کے مطابق چال چلن دیکھنے کے بعد مَیں کسی کی بات پر دھیان نہیں دوں گی۔ جب تک خود مشاہدہ نہ کروں۔

طالبان ہماری گلی سے آگے نکل گئے۔ لیکن ہمیں اپنے بھائی کے بارے میں شدید تشویش تھی، جو افغان فوج میں تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ وہ دوسرے فوجیوں کے ساتھ ایئرپورٹ کی طرف بھاگ چکا ہو گا، جہاں طالبان اس وقت تک نہیں پہنچے تھے۔ گھر والے پریشان تھے، لیکن ہم سب ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے رہے کہ ابھی اس کے ساتھ فون پر رابطہ ہو جائے گا۔ اور وہ کہے گا کہ میں محفوظ مقام یعنی ایئرپورٹ تک پہنچ گیا ہوں۔ ہمارے تمام خدشات اس وقت ایک نیا رنگ پکڑ گئے، جب کچھ لمحوں بعد بھائی نے فون پر رابطہ کر کے والد صاحب کو بتایا کہ "ہم لوگ ابھی تک بالا حصار میں طالبان کے محاصرے میں ہیں۔" یہ سنتے ہی سارے گھر والے پریشان ہو گئے اور طالبان کی ناکامی کے لیے دعائیں شروع کر دیں۔ جس پر اَب مجھے سخت افسوس ہوتا ہے۔ دو دن کے محاصرے کے دوران طالبان کے ساتھ مقابلے کے بعد ہمیں یقین تھا کہ وہ اب زندہ نہیں بچیں گے اور طالبان اسے ضرور قتل کریں گے۔ کیوں کہ وہ ان کے خلاف براہِ راست لڑائی میں شریک ہے۔ دو دن کے بعد طالبان نے بالا حصار پر قبضہ کیا اور میرے بھائی سمیت 52 افغان فوجی اہل کاروں کو طالبان نے گرفتار کر کے مورچوں سے نیچے اتارا۔ تمام گرفتار اہل کاروں کے لیے عام معافی کا اعلان کر کے رہا کر دیا گیا۔ ایک مخصوص طرز کے کارڈ دے کر گھر روانہ کیا، تاکہ راستے میں دوسرے طالبان انہیں دوبارہ گرفتار نہ کریں۔ طالبان نے گرفتار اہل کاروں کو آخری نصیحت کرتے ہوئے کہا:

"آج کے بعد تم آزاد ہو اور گھر جا کر آرام کی زندگی بسر کرو۔ ہماری طرف سے تمہیں معاف کیا گیا ہے۔ لیکن اللہ سے اپنے گزشتہ گناہوں اور مظالم کی معافی مانگو۔"

پھر وہ لمحہ آیا جب بھائی صحیح سلامت گھر واپس لوٹ آیا۔ مَیں طالبان کے اس احسان کی تا حیات ممنون رہوں گی۔ نہ ان باتوں پر دھیان دوں گی، جو اس سے قبل طالبان کے بارے میں پھیلائی گئی تھیں۔ ہم طالبان کے اس اقدام کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اللہ ان کا حامی و ناصر ہو۔

میڈیا پر جو رپورٹیں آ رہی ہیں کہ "طالبان نے لوگوں کے اموال لوٹے ہیں، بے گناہ لوگوں کو قتل کیا ہے یا کسی کی آبروریزی کی ہے"، مَیں اس کی شدید الفاظ میں تردید کرتی ہوں۔ یہ جھوٹ ہے۔ کوئی اس قسم کا واقعہ رُونما نہیں ہوا۔ حکومت کے مقابلے میں طالبان کا رویہ کئی گنا اچھا تھا۔ اگر حکومت اس قسم کے شوشے چھوڑنے سے اپنی ناکامی پر دہ ڈالنا چاہتی ہے، جو ان کے بس میں نہیں، کیوں کہ ہم جیسے لوگ تو براہِ راست حکومت کی ناکامی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ حکومت کیوں عوام سے جھوٹ بول رہی ہے؟ حکومت نے پوری دنیا میں ہماری عزتوں کا تماشا کیوں بنا رکھا ہے؟ طالبان نے سروں پر سفید پٹیاں باندھ رکھی ہیں، جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہے اور ان کا ایک ہی نعرہ ہے شریعت یا شہادت۔۔۔

وہ کیسے جنسی زیادتی کا ارتکاب کر سکتے ہیں!؟ آئیں قندوز کے عوام سے دریافت کریں کہ کیا واقعی ایسا واقعہ ہوا ہے؟ جب واقعہ ہوا ہی نہیں، پھر حکومت کو کیا حق پہنچتا ہے کہ قندوز کے پاک دامن شہریوں کی عزتوں کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر صرف اس لیے تماشا بنایا گیا، تاکہ ایک طرف اپنی ناکامی کو چھپائے اور دوسری جانب طالبان کے دامن کو بھی داغ دار کیا جائے۔

ایک مرتبہ پھر یاد دہانی کراؤں کہ قندوز میں طالبان نے نہ کسی کو مالی نقصان پہنچایا اور نہ کسی کی آبروریزی کی اور نہ کسی کے گھر میں داخل ہوئے۔ یہ صرف حکومتی پروپیگنڈہ ہے۔ اللہ کی قسم! طالبان مجاہدین ہر شخص کی عزت اور آبرو کے محافظ ہیں۔ اور اللہ کی قسم! مَیں نے ان سے زیادہ باادب اور امین لوگ پوری زندگی میں نہیں دیکھے۔

پرفریب اصطلاحات

مولوی عبدالہادی مجاہد

کفار کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اسلام کے خلاف جنگ میں اسلحے کے ساتھ اپنی سیاسی اور فکری ثقافت میں کچھ ایسی اصطلاحات بھی رائج کریں، جن کی آڑ میں وہ اسلام دشمنی کے اہداف کو مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل رکھیں۔ ان کے رائج ہونے کے بعد اہل کفر سے مسلمانوں کے نفرت کے جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں گے اور ان جھوٹی اور پر فریب اصطلاحات کے ذریعے مسلمانوں کو جہادی راستے سے ہٹا کر انہیں غلط راستے پر لگا دیا جائے گا۔

اس کی چند مثالیں بین الاقوامی کمیونٹی، بین الاقوامی فورسز اور بین الاقوامی قانون جیسی اصطلاحات ہیں۔

لفظ ''بین الاقوامی'' کا لغوی لحاظ سے یہی مفہوم ہے کہ پوری دنیا کے حوالے سے جو فیصلہ یا معاہدہ دنیا کے ممالک کرنا چاہیں، اس میں دنیا کے تمام ممالک شریک ہوں۔ ان کی رائے اس میں شامل ہو۔ ان کے حقوق اصولی طور پر مساوی ہوں اور دنیا کے تمام ممالک کی اس میں یکساں حیثیت ہو۔ کوئی اقدام ایسا نہیں ہونا چاہیے جس میں تمام ممالک کی رائے شامل نہ ہو۔ مثال کے طور پر اگر کوئی معاہدہ یا قانون پاس کرنے کی کارروائی میں جو حق امریکا، روس، چین، برطانیہ، اور فرانس کو حاصل ہو، وہ حق مالدیپ، رونڈا، یمن، مالی، لبنان موریطانیہ اور افغانستان کو بھی حاصل ہو۔

اسی طرح قوانین، معاہدے اور دساتیر میں جس طرح مغرب کے لیے صلیبیت، یہودیت، جمہوریت اور لبرلزم کے نظریات کا خیال رکھا جاتا ہے، اسی طرح اسلامی دنیا کے لیے بھی اسلام اور شریعت کے وضع کردہ قوانین کا خیال رکھا جائے۔ لیکن عملی طور یہ ''بین الاقوامی'' اصطلاح ایک جھوٹی اور پُر فریب اصطلاح ہے، جسے کفریہ دنیا کے طاقت ور ممالک اپنے مفاد اور غیر قانونی اقدامات کو سند جواز فراہم کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

افغانستان میں موجود غیر ملکی جارحیت پسند اور استعماری این جی اوز بھی اپنے آپ پر ''بین الاقوامی'' کا لیبل لگاتی ہیں۔ اپنی مسلح جارحیت کو انٹرنیشنل کمیونٹی کے وجود سے تعبیر کیا جاتا ہے اور صلیبی افواج کو، جو زبردستی کچھ غریب ممالک کی افواج کو ساتھ ملا کر افغانستان پر قابض ہیں، انٹرنیشنل فورسز کا نام دیا جاتا ہے۔ ایسے وقت میں جب امریکا کے سابق صدر جارج بش نے افغانستان پر حملے سے قبل تمام دنیا کو ایک دھمکی آمیز پیغام دیا کہ یا ان کا ساتھ دیا جائے یا ان کے دشمنوں کا ساتھ دیں۔ تیسرا آپشن موجود ہی نہ تھا۔

بین الاقوامی فورسز کا مطلب یہی ہے کہ ''اس میں دنیا کے تمام ممالک کی افواج مساوی صلاحیت کی بنیاد پر ایک ایسے ادارے کے ماتحت ہو، جو کسی خاص ملک کے زیر اثر نہ ہو۔ یہ افواج دنیا کے ممالک کے درمیان امن کے فروغ کے لیے کام کرے گی۔ یہ نہیں کہ کمزور ممالک کو فوجی قوت کے ذریعے تاخت و تاراج کیا جائے اور ان پر جنگ مسلط کی جائے۔ لاکھوں انسانوں کا خون بہایا جائے۔ عوام کو اپنے حقوق اور خود مختاری سے محروم کیا جائے۔ ملک کے سیاسی، فوجی، سکیورٹی، اقتصادی، تعلیمی اور ثقافتی معاملات کا اختیار خود سنبھال لیا جائے۔ کسی قانون کو نہ مانیں اور کوئی قومی اور بین الاقوامی ادارہ ان سے احتساب نہ کر سکے۔'' کیا ان سب کے باوجود بھی وہ بین الاقوامی فورسز کہلانے کی مستحق ہے؟

اسی طرح ''بین الاقوامی قانون'' ان قوانین و ضوابط کا مجموعہ ہے، جو دنیا کے انہی طاقت وَر ممالک کی فرمائشوں اور ان کے مفادات کی بنیاد پر بنائے گئے ہیں۔ ان قوانین کے بنانے میں نہ کسی مسلمان کی رائے لی گئی ہے اور نہ دین اسلام کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ تمام احکام اور قوانین لبرلزم، مغربی نظام یا دین کے باغی کمیونزم کے فلسفے سے اخذ کیے گئے ہیں۔ دنیا کے کمزور ممالک کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو ان قوانین کے ماننے پر مجبور کیا گیا ہے اور ان قوانین میں مسلمانوں کے عقائد اور دینی اقدار کے لیے کوئی رعایت نہیں برتی گئی۔

اس سے قبل روس اور مغربی ممالک نے اسلامی ممالک پر قبضہ کیا ہوا تھا اور کئی عشروں تک ان پر جارحیت کرتے رہے، لیکن بعد میں لوگ ان کفار کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان جارح ممالک کو اپنے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا۔ اس مرتبہ بجائے اس کے کہ علیحدہ علیحدہ اسلامی ممالک پر جارحیت کا ارادہ کریں، متحد ہو کر دنیا کے کمزور اسلامی ممالک پر جارحیت کا آغاز کیا گیا ہے۔ ان تمام اداروں، این جی اوز، فوجی تشکیلات اور قوانین، جو وہ اپنے لیے ایجاد کرتے ہیں، انہیں بین الاقوامی اداروں، بین الاقوامی فورسز اور بین الاقوامی قوانین کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کے تمام ممالک ان بے رحم اور ظالمانہ اقدامات کو اپنی تباہی کی بڑی وجہ قرار دیتے ہیں۔

ان سب عوامل کو ''بین الاقوامی'' کا نام اس لیے دیا جاتا ہے، تاکہ لوگوں کو دھوکہ دیا جا سکے۔ انہیں یہ اطمینان دلایا جا سکے کہ اس جیسے اداروں کے اقدامات کا تعلق صرف طاقت وَر ممالک کی مرضی سے نہیں ہوتا، بلکہ تمام دنیا کے تمام ممالک اور مذاہب کے اصولوں کے عین مطابق ہے اور اس کے مقابلے میں کسی ردِعمل کا اظہار نہ کیا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بین الاقوامی کمیونٹی، کفریہ ممالک کی خاص کمیونٹی، بین الاقوامی فورسز، کفریہ جارحیت پسند فورسز اور بین الاقوامی قوانین کفریہ قوانین کے نام ہیں۔ اگرچہ اہلِ کفر انہیں پوری دنیا کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

حالیہ فتوحات نے کیا کچھ واضح کر دیا؟

شکور شفق

گذشتہ چند ہفتوں میں بہت سے صوبوں میں کامیابیاں نظر آئیں۔ ''آپریشن عزم'' کی طوفانی لہروں نے کابل حکام اور جارحیت پسندوں کو اس قدر پریشان کر دیا ہے کہ اب نہ پینٹا گون اور بروکسل کے حکام کے پاس حوصلہ افزائی اور استقامت کی قوت ہے اور نہ مغربی کلیسا کے پوپ سے اس طوفان کے آگے بند بندھوایا جا سکتا ہے۔ ہر دن ایک بڑی فتح، دشمنانِ اسلام کی ایک شکست اور امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی مزید پیش رفت کی خبر دیتا ہے۔ ''لانگ وار اور جرنلزم'' نامی ایک تحقیقاتی مرکز نے اپنی تازہ ترین تحقیق میں کہا ہے:

''افغانستان کے 397 اضلاع میں سے 43 امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ہاتھوں میں ہیں۔''

اس رپورٹ کے مطابق ان 43 اضلاع میں سے 27 اضلاع مکمل طور پر طالبان کے پاس ہیں اور بقیہ اس طور پر طالبان کے ہاتھ میں ہیں کہ محض ضلعی دارالحکومت حکومت کے پاس ہیں، باقی تمام انتظام طالبان کے پاس ہے۔ بلا شک صوبہ قندوز مکمل طور پر فتح، تخار، بدخشان، سرپل، بغلان، پروان اور فاریاب سمیت شمالی خطے کے جنوب اور مشرقی صوبوں میں ضلعی مراکز اور سیکورٹی اہداف مکمل طور پر فتح ہو رہے تھے۔ یہ وہ زمینی حقائق ہیں، جو بہت آسانی سے فتح ہوئے ہیں۔ مجاہدین کی کامیابی کا راز مادی وسائل، نہیں بلکہ روحانیت ہے۔ اب اللہ تعالی کے مدد سے بڑے بڑے صوبے فتح ہو چکے یا انتظار میں ہیں۔

مشاہدہ یہ واضح کرتا ہے کہ افغان عوام نے فتوحات کا راستہ دیکھ لیا ہے اور اب افغان عوام مزید نہیں چاہتے کہ ہمیشہ جارحیت پسندوں کے زیر سایہ رہیں۔ مجاہد عوام یہ برداشت نہیں کرتے کہ قرآن کریم کی بے حرمتی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے بنائے جائیں۔ اسلامی ملک میں اسلامی ثقافت کی جگہ مغربی تہذیب رائج ہو جائے۔ ان صوبوں کی فتوحات نے واضح کر دیا ہے کہ طالبان حکومت عوامی اور قومی امنگوں کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے۔ اس طرح سے ان کی جڑیں عوام میں اَور مضبوط ہو جائیں گی۔ عوام کو دَرپیش مسائل چودہ سالہ جہاد کے بعد ختم ہونے کو ہیں۔ ان شاء اللہ، بہت جلد فتوحات کی فولادی کڑیاں دارالحکومت کابل سمیت دیگر صوبوں تک بھی پہنچ جائیں گی۔ یہ ملک ہمیشہ کے لیے اجنبی افواج کے ظلم واستبداد سے پاک ہو جائے گا۔

شمالی علاقوں کی فتوحات نے ثابت کر دیا ہے کہ مجاہد عوام اس بات کا فیصلہ کر چکے ہیں، امارت اسلامیہ کمیونسٹ ملیشیا اور ان کے مغربی آقاؤں کے لیے موت ثابت ہو گی۔ مؤمن عوام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ یہ پورے عزم سے صاحب مجاہدین کی پشت پر کھڑے ہو جائیں گے اور اپنے مقاصد کی تکمیل کریں گے۔

امارت اسلامی کا ایک اور شاہکار کارنامہ

ابو عابد

امارت اسلامی افغانستان ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ایک منظم اور تسلیم شدہ تحریک ہے، جو سرزمین اسلام سے کفریہ جارحیت کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہے۔

دور جدید، تاریخ اسلام میں مشکلات اور امت اسلمہ کو درپیش مسائل کے لحاظ سے ایک اہم اور مثالی دور ہے۔ گذشتہ صدیوں میں غیر اسلامی ممالک نے ترقی کے بے انتہا مدارج طے کیے ہیں۔ جب کہ مسلمان ممالک نہ صرف یہ کہ فوجی لحاظ سے کمزور ہیں، بلکہ ان ممالک کے مقابلے میں بہت پیچھے ہیں۔ مسلمانوں کے زوال کا اہم سبب باہمی اختلافات اور جھگڑوں کی وبا بھی باور کی جاتی ہے۔ بیسویں صدی کو مسلمانوں کے سنبھلنے اور منظم ہونے کی صدی کہا جاتا ہے، جب دنیا کے طول و عرض میں مختلف اسلامی تحریکیں وجود میں آئیں۔ یہ تحریکیں اگرچہ مختلف ناموں کے تحت وجود میں آئی تھیں، ان کے راستے بھی جدا تھے، لیکن سب کا مشن ایک تھا کہ وہ مسلمانوں کی ترقی، مسلمانوں کے عزت اور آبرو کی حفاظت، اسلامی ممالک پر سے کفار کی جارحیت کا خاتمہ اور اسلامی نظام کا نفاذ سب کا مشترکہ لائحہ عمل تھا۔

لیکن مسلمانوں کے حالات کا باریک بینی سے جائزہ لینے والے دشمنانِ اسلام مختلف حربوں اور سازشوں کے ذریعے مسلمانوں کی ان نوزائیدہ تحاریک کی سرکوبی کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے لیے متحد ہوگئے۔ دشمنوں نے لالچ، دھوکہ دہی اور فریب کے ذریعے مجاہدین کے مشن میں رکاوٹ ڈالے رکھی۔ کبھی فوجی جارحیت کے ذریعے انہیں نیست و نابود کرنے کی کوشش کی گئی۔ بے جا پروپیگنڈوں سے ان کے دامن کو داغ دار کیا گیا۔ ان کے درمیان اختلاف کو ہوا دے کر انتشار پیدا کیا اور انہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کیا گیا، جس سے مجاہدین ذہنی کوفت میں مبتلا ہوئے۔

امارت اسلامی افغانستان بیسویں صدی کے آخری عشرے میں ایک سچی اسلامی تحریک کے طور پر وجود میں آئی۔ جس نے بہت کم عرصے میں افغانستان کے بہت زیادہ علاقوں کو شر و فساد کے آثار سے آزاد کروالیا۔ ایک بڑے عرصے کے بعد اسلام کے مقدس احکامات کی روشنی میں شرعی نظام نافذ کیا۔ اس گئے گزرے دور میں اسلامی سیاسی حاکمیت اور عادلانہ نظام کے ذریعے دورِ نبوی کی یاد تازہ کی۔ اس نظام کی پھیلتی روشنی سے اہل کفر کے ایوانوں پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اسی لیے کفار اس تحریک کو کچلنے، بدنام کرنے اور اسے لوگوں کی نظر میں گرانے کے لیے مختلف سازشوں میں مصروف ہوگئے۔

امارت اسلامی کے خلاف فوجی جارحیت سے قبل امریکا نے دھوکہ دہی اور چاپلوسی کا سہارا لیا۔ امارت اسلامی کی تاسیس کے کچھ عرصہ بعد امریکا کے نائب وزیر خارجہ رافائل نے امارت اسلامی کے حق میں تعریفوں کے پل باندھنا شروع کیے، جس کا مقصد طالبان کو اعتماد میں لے کر انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا تھا۔ لیکن جب وقت گزرنے کے ساتھ انہیں محسوس ہوا کہ طالبان کا قائم کیا ہوا نظام ایک سچا اسلامی نظام ہے اور طالبان کسی کے دباؤ اور سازش کے جال میں نہیں پھنستے تو امریکا اور دنیا کے دوسرے کفار نے امارت اسلامی کو فوجی جارحیت کے ذریعے زیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ امارت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈہ جنگ شروع کی گئی۔ افغانستان پر اقتصادی پابندیاں لگائی گئیں۔ ان سخت حربوں کے ساتھ وہ نرم اور پُر فریب حربے

بھی استعمال کرتے رہے اور وہ یہ کہ افغانستان کے اندر اپنے ایجنٹوں کے ذریعے طالبان کو اپنے مشن سے پیچھے ہٹنے کے لیے دباؤ ڈالتے رہے۔

کئی سالوں کی مسلسل کوشش کے بعد جب ان پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ امارت، اسلامی اصولوں اور احکامات کے خلاف ایک قدم بھی اٹھانے کے لیے تیار نہیں تو کفار نے اس تنظیم کی اسلامی حاکمیت کو ختم کرنے کے لیے ایک عالم گیر اتحادی فوجی قوت تیار کر کے امارت کے خلاف مسلح جارحیت کا آغاز کیا۔ تب سے اب تک دنیا کے ان متحد کفار کے خلاف امارت اسلامی کا مسلح جہاد جاری ہے۔ امارت اسلامی کی اس مسلح جدوجہد کے خلاف کفار نے اپنی تمام قوت وطاقت کا استعمال کیا، لیکن شہداء کے لہو سے روشن امارت اسلامی نامی چراغ کو نہ بجھایا جاسکا۔ نتیجۃً خود شدید جانی اور مالی نقصانات کا شکار ہوئے۔ بین الاقوامی کفریہ اتحاد اور باہمی اعتماد کو شدید دھچکا لگا اور امریکا کی فوجی قوت کا غرور افغان کوہساروں میں دفن ہوگیا۔ فوجی اور جنگی آپشن کی ناکامی کے بعد اتحادی کفار اور ان کے کٹھ پتلی افغان اہل کاروں کے سامنے صرف ایک راستہ رہ گیا تھا کہ وہ امارت اسلامی کی متحد صف کو منتشر کرے۔ جیسا کہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ امارت اسلامی کی وحدت کی ایک علامت تھے۔ اسی لیے دشمن کی پہلی کوشش یہی تھی کہ اتحاد کے اس علم بردار کو راستے سے ہٹا دیا جائے یا ان کی طبعی موت کی صورت میں امارت اسلامی کے درمیان نفاق کا بیج بویا جائے۔

چناں چہ گزشتہ سال شوال المکرم میں امارت اسلامی کی جانب سے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات کا اعلان ہوا۔ دشمن پہلے ہی تاک میں اس خبر کے انتظار میں تھا۔ اس نے اچانک پروپیگنڈوں کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ دجالی میڈیا کی ساری توجہ طالبان کی طرف مرکوز ہوگئی۔ لوگوں کو طالبان سے متنفر کرنے کے لیے دن رات پروگرام نشر ہوتے رہے، جن میں طالبان کے درمیان بد اعتمادی اور اختلافات کو ایسے انداز میں پیش کیا گیا کہ گویا امارت اسلامی کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہو۔ سارا میڈیا ایک ہی راگ الاپ رہا کہ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد طالبان کبھی بھی کسی ایک شخص پر اتفاق نہیں کر سکیں گے۔ الحمد للہ! امارت اسلامی کے رہبری شوریٰ کے علماء کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ امارت اسلامی کو ان نامساعد حالات سے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ امارت اسلامی کے رہبری شوریٰ نہ صرف یہ کہ وہ ایک متفق علیہ رہنما کے انتخاب میں کامیاب ہوئے، بلکہ ملک کے طول وعرض سے مجاہدین کی دیوانہ وار بیعت بھی اس بات کا اچھا ثبوت ہے کہ امارت اسلامی میں امیر کے مسئلے پر کوئی اختلاف نہیں۔

امارت اسلامی کے رہبری شوریٰ سمیت عام مجاہدین، ضلعی اور صوبائی مسئولین، ملک کے سرکردہ اشخاص، علمائے کرام اور عام مسلمانوں نے بڑے پیمانے پر اسلامی بھائی چارے کا ثبوت دیتے ہوئے اخلاص ومحبت سے بیعت کا اعلان کیا۔ انہوں نے دشمن کے پروپیگنڈے اور رہنمائی کے موضوع پر اپنی ذاتی رائے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے امت مسلمہ کے مفاد کو مقدم رکھا۔ تمام ذہنی صلاحیتوں کو اسلام اور جہاد کے مفاد کے لیے استعمال کرنے کا ارادہ کیا۔ امارت اسلامی کی صف کو متحد رکھنے کے لیے نئے رہنما کے ساتھ یک آواز بیعت کا اعلان کیا۔

امارت اسلامی کے تمام مسئولین اور عام مجاہدین نے ان نامساعد حالات میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" کی عملی تصویر بن کر کفریہ دنیا اور ان کے معاونین کی تمام آرزوئیں خاک میں ملا دیں۔ مجاہدین کی بصیرت ہمیں یہ خوش خبری دیتی ہے کہ انشاء اللہ امارت اسلامی کے مجاہدین میں یہ قوت وبصیرت موجود ہے کہ کفار کی دوسری سازشوں کو بھی ناکامی سے دوچار کر کے قافلے کو کامیابی سے منزل مقصود تک پہنچا دیں۔

کفار کی سازشوں اور پروپیگنڈے کی جنگ اور اس کڑے امتحان سے امارت اسلامی کا کامیابی سے نکلنا واقعی ایک بڑا کارنامہ اور اس جماعت کے ساتھ نصرت الٰہی کی ایک واضح دلیل ہے۔ تاریخ اسلام میں مسلمانوں کی بہت سی تحاریک باہمی اختلافات کی وجہ سے اپنا وجود کھو چکی ہیں، لیکن امارت اسلامی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس مصیبت سے نجات دلائی۔

والحمد للہ علی ھذا

نسیم خان محمدی

یہ بہت افسوس ناک ہے...

اگر جنرل کیمبل کی اس بات کو درست مان لیا جائے کہ "نیویارک ٹائمز" کی جاری کردہ خبر میں واشنگٹن کی 'بچوں سے زیادتی کو نظر انداز کرنے کے حوالے سے پالیسی' میں کوئی صداقت نہیں ہے... اور یہ بھی سچ تسلیم کر لیا جائے کہ جنرل کیمبل کی وضاحت کے مطابق "جنسی ہراس کسی صورت قبول نہیں ہے" ... تو اس دل گداز سانحے کی سچائی کو کون تسلیم کرے گا کہ "افغان بچوں کی معصومیت کے ساتھ درندگی کا کھیل امریکی آمد کے بعد شروع ہوا ہے؟"

میڈیا پر بہت عرصے سے ایسی خبریں گردش کرتے ہوئے دل کو ٹھیس پہنچاتی ہیں کہ ایک پاک فطرت قوم کے نونہال غیروں کی کیسی شرم ناک آوارگی کا شکار ہو رہے ہیں۔ دل افسوس کے ساتھ روتا ہے کہ بچوں کی معصومیت کا گلا گھونٹ کر اسے ہمیشہ کے احساسِ ندامت کی وادی میں دھکیلا جا رہا ہے۔ ایک دوست کے یہ قول ایک حیرت انگیز حد تک افسوس ناک واقعہ سناتھا۔ وہ جب بھی ذہن میں تازہ ہوتا ہے، جسم غصے اور غم کی شدت سے کانپنے لگتا ہے۔ "کابل کی ایک فوجی اکیڈمی میں، جہاں امریکی بھی موجود رہتے تھے، بدبخت افغان مردوں کے واسطے سے ایک افغان دوشیزہ کے مُنہ کے دانت اس لیے نکلوا دیے گئے، تاکہ امریکی فوجیوں کو اس کے مُنہ کے ذریعے سے "تسکین" حاصل کرنے میں آسانی رہے۔ یہ دھندہ بہت عرصے تک جاری رہا، تاآنکہ اس دوشیزہ کے شوہر کو معلوم ہو گیا۔" اگر ایک دفعہ اس بات کا تصور کیا جائے کہ کسی قوم کا مستقبل ایسے لوگ ہوں، جن کی فطرت کو درندگی نے نوچ ڈالا ہو... قطع نظر اس سے کہ بچے قصور وار نہیں ہیں، لیکن پھر بھی پاکیزگی کی تمنا کرنے والا انسان جھرجھری لے کر کانپ اُٹھتا ہے۔ روح میں لرزش طاری ہو جاتی ہے اور خیالات رعشہ زدہ ہوتے محسوس ہوتے ہیں۔

دشمن کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ مخالفوں کی ہر سیاسی، اقتصادی، مذہبی، ثقافتی اور انسانی عزتِ نفس کو روند کر رکھ دے۔ یقیناً اس تباہ کن عمل سے بچا بھی جا سکتا ہے، لیکن جب متاثرہ قوم خود آپس میں اختلافات کا شکار ہو تو اس مسئلے کا حل قریب قریب بہت مشکل کیفیت اختیار کر جاتا ہے۔ افغانستان میں طالبان کے دورِ حکومت میں ایسی تمام گندگیاں صاف کر دی گئی تھی۔ ان کی زندگی کے اس سنہری دور کا آغاز ہوا تھا، جس کی تمنا میں افغانوں کی کئی نسلیں موت کی وادی میں جا پہنچی تھیں۔

افغانستان میں تعینات نیٹو کے سینیئر کمانڈر کی ان خبروں کو رد کرنے سے کیا ہوتا ہے کہ "امریکی وزارت دفاع نے امریکی فوجیوں کو افغان پولیس اور ملیشیا کے ہاتھوں کم عمر لڑکوں سے جنسی ہراس کے واقعات کو نظر انداز کرنے کا کہنا تھا...؟"

آپ نے بچوں کی عزت سے کھلواڑ کیا ہے۔ اُن کی عزتِ نفس کو دھچکا لگایا ہے۔ اُن کے نازک احساسات میں رخنہ اندازی کر کے گہرے صدمے کا شکار کیا ہے۔ اگر امریکی وزارت دفاع نے ایسا کوئی بیان بھی دیا اور یہ بھی تصور کر لیا جائے کہ ایسے بدکرداروں کو قرار واقعی سزا دی جائے گی تو کیا اس جرم کے زخمی کے غم کا مداوا ہو سکتا ہے.....؟

جنرل جان کیمبل نے ایک بیان میں کہا ہے کہ "مَیں افغانستان میں کئی بار تعینات رہا ہوں لیکن پینٹاگون کی ایسی کوئی پالیسی کا وجود نہیں ہے۔"

ہم جنرل موصوف کے بیان کو درست تسلیم کرتے ہیں، لیکن... کیا وہ یہ بتانا پسند کریں گے کہ پینٹاگون کی ایسی کوئی پالیسی نہ ہونے کے باوجود "امریکا کے فوجی معاشرے کی بھی یہ پالیسی نہیں ہے کہ دشمن کی عزت سے کھیلا جا سکتا ہے...!؟" آپ صرف اس بات کی سچائی پر سوالات اٹھا رہے ہیں، جسے نیویارک ٹائمز نے افشاء کیا ہے، لیکن امریکا کی فوجی پالیسی پر کیسے سوالات اُٹھائیں گے، جس کی کئی ویڈیو خبریں منظرِ عام پر موجود ہیں؟

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ آپ ہی کے جنگی سربراہ امریکا کے ایک شہری کے حوالے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ نیویارک ٹائمز سے بات کرتے ہوئے ہلاک

ہونے والے ایک امریکی فوجی کے والد "اریگری بکلے" نے کہا ہے:

" میرے بیٹے کو اس کے افسران نے کہا کہ اس بات (جنسی ہراس پر افسوس) کو نظر انداز کر دو، کیوں کہ یہ ان کی تہذیب ہے۔"

اخبار کے مطابق افغانستان میں کم عمر بچوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے، جو دیہی علاقوں میں غیر ملکی اور مقامی کمانڈروں کے ہاتھوں مشترکہ اور انفرادی طور پر عمل میں آتا ہے۔ اخبار نے کئی عینی گواہ فوجیوں سے انٹرویو کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ امریکی فوجیوں اور میرینز کو حکم دیا گیا تھا کہ "اس میں مداخلت نہ کریں، چاہے یہ عمل فوجی اڈوں ہی میں کیوں نہ ہو رہا ہو۔"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھناؤنا کھیل بدمست جنرل کیمبل کی ناک کے عین نیچے کھیلا جا رہا ہے۔ نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے اس حکم سے امریکی فوجی کافی پریشان تھے کہ بجائے اس کے کہ ہم بچوں سے جنسی زیادتی کو ختم کریں، ہم انہی لوگوں کو مسلح کر کے دیہاتوں میں کمانڈر تعینات کر رہے ہیں۔

بلی کو دودھ کی رکھوالی پر مامور کیا جانا کوئی نئی بات نہیں ہے، جب کہ یہ کسی معاشرے سے منسلک تہذیب کا بھی تقاضا ہو۔ جمہوریت کو ہی مسائل کا حل جاننے والوں کے نزدیک جب 'ہم جنس پرستی' جائز ہے اور یہ ایک طبقہ عوام کی خواہش بھی ہے تو وہ بھیڑیوں کو بھی بکری کا نگہبان بھی بنا سکتے ہیں۔ لیکن... کیا خود کو انسانی حقوق کی پاسبانی کا ذمہ دار باور کرانے والا اقوامِ متحدہ اس بارے کوئی کوشش عمل میں لائے گا... بہ ظاہر دُور دُور تک ایسا کوئی احتجاج اور ردِ عمل واقع ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ اگر یہ معرکہ سر کرنا ہی ہے تو وہ خود افغانوں اور اس خطے میں برسرِ پیکار مجاہدین کو کرنا ہو گا۔ کیوں کہ اپنی حفاظت کا ذمہ داری خود ہی بہتر طور انجام دی جا سکتی ہے۔ کبھی کسی دشمن نے اپنے مخالف کا بھلا نہیں سوچا۔ اس لیے ایسے بدفکر مجرموں کو خود تلاش کر کے سرِعام عبرت کا نشان بنانا ہو گا۔

عبرت...... یہ ایک ایسی چیز ہے، جس سے ہر بدمعاش اور علاقے کا چھٹا ہوا غنڈہ بھی ڈر محسوس کرتا ہے۔ اسلام نے بڑے جرائم پر سرِعام کوڑوں کی سزا دینے یا سزائے موت دینے کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے، اس کی کامیابی دیکھنے کے لیے ہمیں تاریخی اوراق سے اسلامی حکومتوں کے زمانے میں پولیس اسٹیشنوں سے جرائم پیشہ افراد کی فہرست نکلوا کر دیکھ لینا ہی کافی ہو گا۔ اُس فہرست میں آپ کو دو چار عبرت کا نمونے دستیاب ہو سکیں گے اور باقی فہرست خالی نظر آئے گی۔

یقیناً افغانستان کے حوالے سے یہ اندوہ ناک صورتِ حال... جو جنگ زدہ افغانوں کو دیگر کئی مسائل کے علاوہ درپیش رہی ہے، بے حد دکھ بھری کیفیت ہے۔ امارت اسلامیہ کے قیام کو سقوط سے دوچار کرنے میں جن کرداروں کا ہاتھ رہا ہے، ان کے باوصف... آج کے افغانستان میں حکمرانی کا طبل بجانے والے بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ صدر اشرف غنی کو معلوم ہے کہ میری سربراہی میں ایسا کچھ ہو رہا ہے، لیکن وہ کچھ بھی کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ اور اس "کچھ نہ کرنے" میں وہ مکمل طور پر مخلص ہیں۔ باوجود اس کے کہ جنرل کیمبل نے ذاتی طور پر افغان صدر اشرف غنی سے بات کی ہے اور انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ..." افغان حکومت بچوں یا کسی بھی افغان شہری کی جنسی ہراس کو کسی صورت قبول نہیں کرے گی اور ایسے معاملے کی تحقیقات ہوں گی اور سخت سزا دی جائے گی"... کیوں کہ افغان صدر درحقیقت افغانستان سے کسی طور بھی مخلص نہیں ہیں۔ وہ امریکا کے بھی وفادار نہیں ہیں۔ انہیں صرف اس دولت سے پیار ہے، جو ان کی چند سانسوں کے سہارے چلنے والی زندگی کو رونق بخش سکے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو سربراہ کسی ملک سے اظہارِ محبت کے نغمے گنگناتا نظر آئے، وہ حقیقت میں بھی ایسا ہی ہو...

اگر افغان صدر اس دکھ بھرے معاملے میں کردار ادا کرنے کے حوالے سے تیار ہیں، جیسا کہ ان کے بیانات سے ٹپکتا ہے تو انہیں سنجیدگی کے ساتھ اپنے ارادے پر عمل پیرا ہونا ہو گا۔ چاہے اس سے ان کے امریکا کے تعلقات پر منفی اثر پڑے۔ کیوں کہ یہ ایک قوم کے مستقبل کی پاکیزگی کا معاملہ ہے۔

یہ صورت حال ایسی ہے، جو افغان شہریوں کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ دوستم، مقامی ملیشیا اور افغان حکومت پر لعنتیں بھیج کر طالبان کی آمد کی تمنا کریں۔ کیوں کہ کوئی والد نہیں چاہتا کہ اس کے مستقبل کی لاٹھی کو "گھن" لگایا جائے...!

فتح قندوز، ہسپتال پر بمباری

اور دشمن کا منفی پروپیگنڈہ

تحریر: شہید زوئی

شمالی افغانستان میں تاجکستان کی سرحد پر واقع ملک کے پانچویں بڑے شہر پر امارت اسلامی کے مجاہدین کی کامیاب اور فتح گر کاروائی، جیل سے 500 کے قریب قیدیوں کی رہائی جن میں اکثریت مقامی مجاہدین کی تھی نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ کئی لوگ اس فکر میں ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ تمام واقعات اچانک اور لاشعوری طور پر رونما ہوئے ہوں، لیکن جن لوگوں کو ملک بھر اور خاص طور پر کندز میں طالبان کی فتوحات کا علم ہے اور بین الاقوامی دجالی میڈیا کے پروپیگنڈے پر کان نہیں دھرتے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اچانک اور توقع کے خلاف پیش آنے والا واقعہ نہیں بلکہ اس شہر پر حملے کیلئے طالبان کئی عرصے تیاری میں مصروف تھے اور ایک مضبوط منصوبے کے تحت تقریباً پانچ سو مجاہدین نے جو ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے لیس تھے کندز پر چار اطراف سے حملہ کیا۔ اور کابل ادارے کے مزدور اہلکار بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود مجاہدین کا مقابلہ نہ کرسکے اور بھاگ نکلے اس طرح بہت کم وقت میں مجاہدین پورے شہر پر قابض ہوئے۔

کندز شمالی صوبوں کیلئے ایک دروازے کی حیثیت رکھتا ہے۔ وسط ایشیاء کے ایک اہم ملک تاجکستان کی سرحدیں بھی اس صوبے سے ملتی ہیں۔ اور شیر خان نامی علاقہ افغانستان اور تاجکستان کو خشکی کے راستے ایک دوسرے سے ملاتے ہیں۔

مغربی جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں کے خلاف جاری 14 سالہ مقدس جہادی سفر کے دوران کندز شہر کسی بھی صوبے کا پہلا مرکز ہے جسے طالبان نے مکمل طور پر فتح کیا۔ یہ وہی کندز ہے جہاں ماضی میں طالبان کی مزاحمت بڑے عرصے تک جاری رہی اور افغانستان کے دوسرے صوبوں میں سب سے آخر میں طالبان نے کندز چھوڑا تھا۔ یہ وہی کندز ہے جو شمال کے پہلے سقوط کے بعد وہاں سے اکھٹے ہونے والے مجاہدین کی پناہ گاہ تھا۔ مرکزی افغانستان کے ساتھ کندز کا زمینی رابطہ منقطع ہو گیا تھا، یہ شہر مکمل طور پر محاصرے میں تھا اور اس کے آس پاس تمام علاقوں پر شمالی اتحاد کے جنگجو مورچہ زن تھے۔ یہ نہایت سخت اور طویل محاصرہ تھا، دشمن چاروں طرف سے کندز پر بھاری حملے کر رہا تھا لیکن طالبان نے تاریخی استقامت دکھائی۔ طالبان کے مخالفین نے کئی مرتبہ اتحاد کر کے کندز پر قبضے کی کوشش کی لیکن طالبان کی جوابی کاروائی کی وجہ سے ناکام ہوتے رہے۔

تین سال کے مسلسل دفاع اور یہاں مجاہدین کو منظم کرنے بعد جب طالبان نے کندز سے دشمن کے خلاف کاروائیوں کا آغاز کیا تو کچھ چھوٹے علاقوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے پورے شمال پر طالبان کو فتح دے دی، دشمن کے ادنیٰ عہدیدار پنج شیر کی طرف بھاگ گئے اور ان کے اعلیٰ عہدیداروں نے تہران، استنبول اور ماسکو کا رخ کیا۔

میرے خیال میں امارت اسلامی کے مجاہدین کندز اور دوسرے شمالی علاقوں پر کنٹرول حاصل کرنے کیلئے ایک مضبوط لائحہ عمل اور منصوبے کے تحت اقدامات کا آغاز کرے گی۔ کیونکہ امارت اسلامی کیلئے عوام اور مجاہدین دونوں کی زندگیاں اہم ہیں۔ دشمن کے خلاف فتح ان کی خواہش ہے لیکن اس شرط پر جب عوام اور مجاہدین کے جانی نقصانات نہ ہو یا بہت کم ہو۔

میرے خیال میں کندز میں لمبے عرصے تک مجاہدین کو ٹھہرانا بھی امارت اسلامی کا منصوبہ نہیں ہے، کیونکہ جب تک فضائی حملوں کی کوئی موثر روک تھام نہ ہو سکے اس وقت شہر کے مصروف علاقوں میں مجاہدین کو تعینات کرنا یا دشمن کے خلاف میدانی علاقوں میں مجاہدین کو جنگی پٹیوں میں تعینات کرنا بھی کامیاب حکمت عملی

نہیں ہے۔

کندز پر حملہ، کئی ہفتوں تک کندز کو اپنے قبضے میں رکھنا اور دشمن کے ہر حملے کا موثر جواب دے کر انہیں شدید جانی اور مالی نقصانات سے دوچار کرنے کے بعد امارت اسلامی نے اپنے تمام اہداف حاصل کر لئے ہیں، جو حملے سے پہلے ترتیب دیئے گئے تھے.

عالیقدر امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی رحلت کے اعلان کے بعد عالمِ کفر اپنے داخلی کٹھ پتلیوں اور دجالی میڈیا کے ذریعے یہ پروپیگنڈہ کرنے لگے کہ اب امریکی اور افغان فوجیوں پر حملوں میں آہستہ آہستہ کمی آئیگی اور بہت سے طالبان جنگ کو خیرباد کہہ دیں گے۔

اس وقت جب افغانستان کے اکثر علاقوں اور خصوصاً شمالی علاقوں میں فتوحات کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا اور بات کندز کی فتح تک جا پہنچی تو دشمن کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ ان کے تمام خدشات غلط ثابت ہوئے، اور پوری دنیا نے دیکھا کہ امیر المؤمنین کی رحلت کے بعد غیر ملکی جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلی افغان اہلکاروں پر حملوں میں کمی کی بجائے بہت زیادہ اضافہ ہوا اور مجاہدین پہلے سے زیادہ قوت کے طور پر ابھرے۔ نئے زعیم محترم ملا اختر محمد منصور حفظہ اللہ کی قیادت میں طالبان نئے جذبے، نئے احساس اور بلند عزم کے ساتھ میدان جنگ میں کود پڑے، اس لئے اس مرتبہ وہ علاقے بھی طالبان نے فتح کر لئے ہیں جہاں اس سے قبل کوئی طالبان کا نام نہیں لے سکتا تھا۔

طالبان نے کندز کی فتح کے ساتھ اپنی فوجی قوت اور غیر ملکی فوجیوں کے نام نہاد طاقت کا پول پوری دنیا کے سامنے کھول دیا۔ امارت اسلامی نے پوری دنیا کے سامنے یہ ثابت کیا کہ ان کے خلاف کفار کی عالمگیر اتحاد نے اپنی تمام فوجی طاقت کا استعمال کیا جس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر جانی نقصانات بھی مجاہدین اور عوام کو اٹھانے پڑے لیکن اس کے باوجود طالبان کے ارادے متزلزل نہیں ہوئے۔ دشمن کی مطالبوں کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا۔ جارحیت پسندوں کی جارحیت کے سامنے ڈٹ گئے، مادی قوت سے مرعوب نہیں ہوئے۔ ۱۴ سالہ طویل جنگ میں بزدل امریکا کی طرح کبھی مذاکرات کی دہائی نہیں دی، نہ افرادی قوت کی کمی کا سامنا کرنا پڑا اور نہ جنگ سے پیچھے ہٹے بلکہ ہر گذشتہ دن کے ساتھ پہلے سے زیادہ اولعزمی کے ساتھ کفار کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اسی لئے غیر ملکی اور ملکی کٹھ پتلی افواج طالبان کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں اور کندز کی طرح بڑے بڑے شہروں کی دفاع میں ناکام ہوتے ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ کندز کی فتح ایسے وقت میں سامنے آرہی ہے جب نیویارک میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں دنیا کے مختلف سربراہان کا سالانہ اجلاس جاری تھا، جس میں گفتگو کا محور و موضوع "دنیا پر اسلامی بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے اثرات" تھا۔

اگر امارت اسلامی نے یہ حملہ اس خاص مرحلے کیلئے ترتیب شدہ منصوبے کے تحت کیا ہو تو یہ امارت اسلامی کی بڑی کامیابی ہے کیونکہ انہوں نے بڑی آسانی سے اس حساس لمحے میں اس جہاد کی قوت دنیا والوں کو دکھادی جس کے جہاد خلاف ان کفار متحدہ کا اجلاس جاری تھا۔ امارت اسلامی کے مجاہدین نے پوری دنیا کو یہ پیغام دیا کہ ان کے سامنے نہ اب مغربی جارحیت پسند ٹھہر سکتے ہیں اور نہ ان کے ڈالرز پر وجود میں آنے والی کٹھ پتلی حکومت کے اہلکاروں میں مقابلے کی قوت ہے۔

اور اگر نیویارک کے مذکورہ اجلاس سے کندز کے منصوبے کا تعلق نہیں تھا اور یہ محض اتفاق تھا کہ یہ کاروائی اتنے اہم وقت پر ہوئی تو پھر یہ اتفاق بھی بڑا دلچسپ ہے کیونکہ اس کاروائی سے مذکورہ پیغام خود بخود ان کفار تک پہنچا۔ امریکا کے سوا کسی نے بھی طالبان کی فتح سے انکار کی جرّات نہیں کی۔ لیکن بعد میں امریکا بھی اس اعتراف پر مجبور ہوا کہ کندز پر طالبان کا قبضہ افغان حکومت کیلئے ایک بڑا دھچکا ہے۔ طالبان کی کامیابی کے بارے میں اشرف غنی میڈیا پر بار بار جھوٹ بولتا رہا لیکن وہ بھی حقائق چھپانے میں ناکام رہا۔ اشرف غنی نے کہا تھا کہ ہم بہت جلد کندز پر قبضہ کریں گے لیکن جواب میں طالبان کے ترجمان نے کہا کہ کندز ابھی تک ہمارے کنٹرول میں ہے آپ باقی افغانستان کا خیال رکھیں انشاء اللہ بہت جلد ہماری فوجیں وہاں بھی آپہنچیں گی۔

اور میڈیا کے وہ ادارے جو دن رات کفار کی چاپلوسی میں لگے رہتے ہیں وہ بھی اس اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے کہ ۲۰۰۱ء کے بعد یہ طالبان کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اسی لئے اب ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہو چکا ہے کہ: کندز پر طالبان کا قبضہ ۱۴ سال کے دوران امریکا اور اس کے کٹھ پتلیوں کے منہ پر طالبان کا ایک زوردار طمانچہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کندز کی فتح نے امریکا اور اس کے اتحادیوں کو ناامیدی کی گہری کھائیوں میں گرادیا ہے یہی وجہ تھی کہ نیویارک میں امریکی صدر نے اس تلخ حقیقیت کا اعتراف کیا کہ دنیا پر دولت اور طاقت کے ذریعے قبضہ کرنے کی امریکی اسٹریٹیجی ناکام ہوگئی ہے اور ملک کے عوام کی مرضی کے بغیر کسی ملک پر قبضہ کرنا ایک ناممکن کام ہے۔

اگر اوباما کے بیان پر غور کیا جائے تو انہوں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ طالبان سمیت دنیا کی ہر تحریک جارحیت کے خلاف جدوجہد کا حق رکھتی ہے اس لئے کمزور ملکوں پر فوج کشی کرنے والوں چاہئے کہ ان ممالک کی عوام کی مرضی کے مطابق ان کے ملک چھوڑ کر جارحیت ختم کی جائے۔

دنیا کو افغانستان کے بارے میں غیر ضروری باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے، اور نہ جارحیت جاری رکھنے اور نہ ان کے اتحادیوں کو بقا کی فکر کرنی چاہئے بلکہ افغان عوام کی دیرینہ خواہش کا خیال رکھتے ہوئے افغانستان سے غیر ملکی فوجیوں کے انخلاء کو یقینی بنائے۔ افغان عوام ایک ایسا نظام چاہتے ہیں جس میں ان کے جان و مال عزت و آبرو اور دینی اقدار کی حفاظت ہو۔

کابل حکومت اور ان کے غیر ملکی آقاؤں کا ضعف طالبان نے پوری دنیا کو دکھایا یہ طالبان کی بہت بڑی کامیابی ہے اور اگر اس کے بعد ایک حکمت عملی کے تحت طالبان کندز سے پیچھے ہٹ جائیں تو اس کو طالبان کی کمزوری نہ سمجھا جائے، بلکہ طالبان کا ایک بھرپور حکمت عملی کے تحت ایک بڑے شہر پر قبضہ اور پھر منصوبے کے تحت شہر خالی کرنا اور محفوظ طریقے سے اپنے ساتھیوں کو نکالنا اس بات کی واضح کی دلیل ہے کہ جنگ میں طالبان کا پلڑا بھاری ہے اور وہ جب چاہیں اس پر دوبارہ قبضہ کرسکتے ہیں۔ اب طالبان ملک کے بیشتر علاقوں میں کاروائیاں کررہے ہیں اور کابل کی کٹھ پتلی حکومت اور ان کے مغربی فوجیں دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور ہوچکی ہیں۔

کندز پر دوبارہ قبضے کیلئے نیٹو کے فوجی بھی اپنے کاسہ لیسوں کی مدد کو پہنچ گئے لیکن کوئی پیش قدمی نہ کرسکے اور جب بھی انہوں نے مل کر طالبان پر حملہ کیا ہے تو انہیں ناکامی کا سامنا ہوا، پے درپے ناکامیوں کے بعد صلیبی خونخواروں نے شکست کا انتقام لینے کیلئے کندز شہر پر اندھی بمباری شروع کردی۔ ۳ اکتوبر کو امریکی طیاروں نے "ڈاکٹرز وِدآؤٹ بارڈرز" کی بین الاقوامی ہسپتال پر بھی بمباری کی، جس کے نتیجے میں ہسپتال میں موجود ڈاکٹروں اور عملے کے بارہ افراد سمیت 10 مریض شہید اور 37 زخمی ہوئے۔ شہداء میں تین بچے بھی شامل تھے۔ بمباری کے وقت ہسپتال میں مریضوں کے لواحقین سمیت عملے کے 80 سے زائد افراد موجود تھے، ڈاکٹرز کے مطابق امریکی طیارے پورے ۱۰۰ امنٹ تک ہسپتال پر بم برساتے رہے جس کے نتیجے میں ہسپتال تباہ اور بڑے پیمانے پر شہادتیں ہوئیں، ڈاکٹرز نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ ہسپتال پر بمباری کے اثرات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکا نے حملے میں کیمیائی مواد استعال کیا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے کہا کہ یہ فوجی ماہرین کا کام ہے کہ اس بارے میں تحقیقات کریں اور حقائق سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ کیونکہ حملے میں شہداء کی لاشیں سڑ گئیں ہیں، لوگ اپنے پیاروں کو پہچان نہیں سکتے اس کے علاوہ ہسپتال سے فاصلے پر واقع لوگوں کو سانس میں تکلیف کا سامنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کیمیائی مواد استعال کیا گیا ہے، ڈاکٹرز اور ہسپتال کے مسئولین کا بھی یہی کہنا ہے کہ ہم نے بمباری کے دوران افغان حکومت اور امریکا سے رابطہ کیا اور انہیں بتایا کہ ہمارے ہسپتال پر بمباری ہورہی ہے اسے جلد از جلد بند کیا جائے لیکن انہوں نے ہماری بات پر کان نہیں دھرا اور سومنٹ تک بمباری جاری رکھی۔

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے کمیشن کے سربراہ زید رعد الحسن نے امریکا کے اس عمل کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ ایک ناقابلِ معافی عمل ہے اور جنگی جرائم کے زمرے میں آتا ہے۔

ہسپتال پر بمباری کے بعد امریکا نے تین مرتبہ اپنے بیان میں تبدیلی کی، پہلے کہا تھا کہ غلطی ہوئی اور پھر بیان تبدیل کرتے ہوئے کہا کہ اس ہسپتال سے ان پر فائرنگ ہوئی اس لئے اس پر بمباری کی گئی اور آخر میں نیٹو کے کمانڈر جنرل کیمپل نے واشنگٹن میں ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کندز میں ہسپتال پر بمباری افغان حکومت کی ایماء پر کی گئی کیونکہ وہاں سے ان پر فائرنگ کی گئی۔

امریکا نے تو جھوٹ بولا ہی تھا اسی لئے ان کے بیانات ایک دوسرے سے اتنے متضاد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ اس ہسپتال میں کوئی مجاہد تھا، نہ ہسپتال سے کسی پر فائرنگ کی گئی اور نہ ہسپتال فائرنگ یا جھڑپ کے حدود میں واقع تھا۔ اگر یہاں مجاہدین ہوتے تو شہداء اور زخمیوں میں بھی ضرور مجاہدین ہوتے حالانکہ زخمیوں اور شہداء میں ایک مجاہد بھی موجود نہیں۔ جس کی تائید اس ہسپتال کے سربراہ پارٹ جانس نے بھی کی ہے انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ ان حملوں سے ہمیں بہت دکھ ہوا ہے کیونکہ اس

میں صرف ہمارے ڈاکٹرز اور مریض جاں بحق ہوئے ہیں۔
امریکا نے اس معاملے پر اب اپنی غلطی تسلیم کرلی ہے، معافی بھی مانگی ہے اور جاں بحق ہونے والوں کے لواحقین کے ساتھ مالی امداد کی تعاون کی یقین دہانی بھی کروائی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا محض معافی مانگنے اور جاں بحق افراد کے لواحقین کو دو یا تین ہزار ڈالرز تھمادینے سے اتنا بڑا جرم معاف ہوسکتا ہے؟
کیا افغانوں کا خون اتنا سستا ہوگیا ہے کہ اتنی آسانی سے بہا جائے؟
کیا امریکا اور مغربی ممالک اپنے اتحادیوں اور عوام کے ساتھ بھی یہی معاملہ روا رکھتے ہیں جو ہمارے ساتھ روا رکھتے ہیں؟
اگر کسی مسلمان ملک کی فوجیں امریکا یا کسی دوسرے یورپی ملک کے عوام کو اس طرح بے دردی سے قتل کردے تو صرف معافی مانگنے پر ان کو چھوڑ دیا جائے گا؟
اگر مغربی ممالک واقعی بشر دوست ہیں اور ساری انسانیت کو یکساں اہمیت دیتے ہیں تو اب آواز کیوں بلند نہیں کرتے اور اپنے بڑے بڑے دعوّوں کا کچھ حصہ تو اپنے جعلی بیانات سے سچ ثابت کردیجئے۔
اب ضرورت اس بات کی ہے مغربی عوام اپنے حکمرانوں کا احتساب کریں جنہوں نے ان ملکوں کو افغان جنگ میں دھکیل دیا۔ مغربی عوام کو اپنے حکمرانوں سے سوال کرنا چاہئے کہ انہوں جنگ میں شامل ہونے سے قبل افغانستان کی تاریخ پر نظر کیوں نہیں دوڑائی۔ یہاں برطانیہ اور سویت یونین کی شکستوں سے سبق کیوں نہیں سیکھا گیا؟
صلیبی جنگ کے اعلان کے بعد یہاں خونخوار فوجیوں نے افغانستان کو کھنڈرات میں تبدیل کیا ہزاروں امریکی اور اتحادی فوجی یہاں جان کی بازی ہار گئے کھربوں ڈالر کے اخراجات اس جنگ پر ہوئے لیکن اس جنگ کا نتیجہ کیا آپ لوگوں کے حق میں ہوا؟
کیا اسلام کے نام لیواؤں کو افغانستان سے ختم کیا گیا؟ کیا جہاد کی صدائیں خاموش ہوئیں؟ کیا افغانستان سے مجاہدین کو ختم کیا جاسکا؟ اپنے کاسہ لیس افغان اہلکاروں پر جو بیش بہا اخراجات ہوئے کیا وہ اپنی بقا اور دفاع کی اہلیت رکھتے ہیں اور کیا امریکا اور دوسرے مغربی ممالک کے مذموم اہداف یہاں پورے ہوئے۔ یقیناً نہیں۔۔۔
جب ان سب کا جواب نہیں میں ہے تو کم سے کم مغربی عوام اپنے حکومتوں سے یہ مطالبہ کریں کہ اب اس جنگ میں مزید مغربی فوجیوں اور سرمایے کا ضیاع فوری طور پر روک دیں۔ اپنے فوجیوں کو فوری طور پر افغانستان سے نکال دیں اور افغان عوام کو اس ملک میں وہ نظام نافذ کرنے دیں جس نظام کیلئے لاکھوں افغانوں نے اپنی جان کی قربانی دی ہے۔

کابل ادارہ جو گذشتہ ۱۴ سالوں سے طالبان کے حملوں کو روکنے میں ناکام ہوتا آرہا ہے اور اپنی ناکامی کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔ مجاہدین کی قوت، بہادری اور منظم منصوبے کے سامنے اپنے اہلکاروں کی ناکامی کا اعتراف کرنے کی بجائے کابل ادارے نے اس مرتبہ بھی اپنی بزدلی اور کمزوری پر پردہ ڈالتے ہوئے کندز کی فتح کے بارے میں کہا کہ اس حملے میں افغان نہیں بلکہ ہمسایہ ممالک کے افراد شامل تھے۔ یہ افغان قوم اور ان کی اور ان کی تاریخ کے ساتھ بڑی بے وفائی ہے۔
امارت اسلامی یہ تسلیم کرتی ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان طالبان سے دلی محبت اور ہمدردی رکھتے ہیں اور طالبان کی کامیابی کیلئے دست بہ دعا ہیں۔ امارت اس سے بھی انکار نہیں کرتی کہ کفار کی اس بڑے اتحاد کے مقابلے میں جاری مقدس جہادی صفوف میں ان کے ساتھ کچھ غیر ملکی نوجوان بھی شامل ہیں اور ان کی قربانی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس سلسلے میں کسی کی دشمنی یا ناراضگی کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ لیکن جہاں تک دوسرے ممالک کا تعلق ہے تو امارت اسلامی دنیا کے کسی ملک میں اتنی جرّات نہیں دیکھتی اور کسی ملک کے وفا، اخلاص اور مدد کو اپنے مفاد میں سمجھتی ہے۔
امارت اسلامی صرف اخوت اسلامی کا عقیدہ رکھتی ہے اور صالح، مدبر اور مخلص رہنماؤں کی قیادت میں جمع ہونے والے مسلم نوجوانوں کو امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا واحد حل اور طاقت سمجھتی ہے۔ اسی لئے امارت اسلامی کے مجاہدین علاقائی، لسانی اور قومی تعصبات کا راستہ روکتی ہے۔ اپنے عوام کے مزاج کی طرف توجہ بھی امارت اسلامی کیلئے اہم ہے۔ ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات پر بھی امارت کی گہری نظر ہے، دنیا کی سیاسی حالات کو بھی قریب سے دیکھا جاتا ہے اور ہر اس اقدام کا راستہ روکتی ہے جو عوام کی امنگوں کے خلاف اور ہمسایہ ممالک سے تعلقات میں خلل کا سبب ہو۔
امارت اسلامی پوری دنیا کے ساتھ دشمنی اور روابط خراب کرنا نہیں چاہتی اور نہ دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی ان کی پالیسی کا حصہ ہے اسی لئے دوسرے ممالک کو بھی اپنے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دیتی۔ امارت اسلامی خود مختار ہے، اپنے فیصلے خود کرتی ہے اور ان کے لڑنے کے اپنے مقاصد ہیں اور اپنے منصوبے کے تحت پیش قدمی جاری رکھے گی۔۔ انشاء اللہ تعالیٰ

تحریر: شاہد غزنیوال

مجاہدین کی فتح کابل انتظامیہ کی اہلیت پر سوالیہ نشان ہے

رواں سال موسم بہار کے آغاز سے ملک بھر میں 'عزم' نامی جہادی آپریشن شروع ہوا۔ ان کارروائیوں نے ملک کے شمال سے بدخشان، قندوز اور بغلان میں زور پکڑا ہے۔ قندوز دشمن کے ہاتھ سے نکل گیا اور فاریاب فتح کی دہلیز پر ہے۔ جنوب مغرب میں ہلمند جیسے اہم ترین صوبے میں نوزاد اور موسی قلعہ کے جیسے اہم علاقے دشمن کے ہاتھ سے نکل گئے۔ شمال جنوب اور مرکز کے علاوہ دارالحکومت کابل میں بھی اس آپریشن کے تسلسل میں بڑی کارروائیاں ہوئی ہیں۔ کابل انٹرنیشنل ائیرپورٹ سے لے کر بیرونی افواج کے عسکری مراکز اور کابل انتظامیہ کے اہم ترین انٹیلی جنس اور عسکری مراکز و تنصیبات تک سب اس آپریشن کی زد میں ہیں۔ بیرونی جارحیت پسندوں اور انتظامیہ کے جاسوسوں کو غافل چھوڑ کر ان کے مراکز میں اندر ہی پُراثر حملے کیے گئے۔ مجاہدین کے حملوں سے جو نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے وہ یہ کہ؛ 'ان حملوں میں حملہ آور انتہائی پرعزم اور باحوصلہ رہے۔ ایسے کہ دشمن ان کا راستہ روکنے میں ناکام رہا۔ ان کی معلومات تک کسی طرح سے رسائی حاصل نہ کر سکا۔

یہی وجہ ہے مجاہدین کے انہی گروپ حملوں کے دوران دشمن خوف زدہ ہو کر اپنے دفاع تک ہی محدود رہ جاتا ہے اور اسی لیے دشمن کو نقصان بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ان حملوں نے مکمل طور پر بیرونی جارحیت پسندوں کا پروپیگنڈہ اور ان کے عسکری منصوبوں کو ناکام بنا دیا ہے۔ امریکا پہلے دنیا کو یہ باور کراتا تھا کہ نیٹو کے تربیت یافتہ افغان فوجیوں میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ بیرونی فوجوں کے انخلا کے بعد لوگ طالبان سے لڑ پائیں گے۔ مگر جب رواں سال کے آغاز میں بدخشان، قندوز، بغلان، تخار، ہلمند، زابل اور غزنی وغیرہ میں افغان آرمی کے خلاف عسکری کارروائیوں کا آغاز ہوا تو دیکھا گیا کہ مجاہدین نے پے درپے بہت وسیع علاقے بہت آسانی سے دشمن کے قبضے سے لے لیے ہیں۔ ہلمند کا ضلع نوزاد اور موسی قلعہ اس کی بہترین مثال ہیں۔

شمالی علاقے، بالخصوص بدخشان اور قندوز میں مجاہدین کی کارروائیوں کے مقابلے میں کابل انتظامیہ کو جارحیت پسندوں کا فضائی تعاون حاصل نہ ہوتا تو قندوز کی طرح دیگر صوبوں کے دارالحکومت سمیت تمام علاقے مجاہدین کے قبضے میں ہوتے۔ اس کے ساتھ ساتھ خارجی جارحیت پسندوں کا وہ پروپیگنڈا بھی جھوٹ ثابت ہو گیا، جو انہوں نے کابل کے اجرتی فوجیوں کے بارے میں کیا تھا۔ ملک میں مجاہدین کی عسکری کارروائیوں کی شدت نے امریکیوں کو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ ایک بار پھر سے افغان آرمی کے فضائی تعاون کا اعلان کر کے اپنے انخلا کے جھوٹ کا پول خود ہی کھول دیں۔ امریکی فوجیوں نے اپنے سابقہ دعووں کے برخلاف انتہائی ہٹ دھرمی سے دوبارہ فضائی کارروائیوں کا اعلان کیا ہے۔ اُنہیں ڈر ہے اگر ہارے ہوئے داخلی فوجیوں کی حمایت کا اعلان نہ کیا تو مجاہدین بہت کم وقت میں پورے شمال کو اپنے زیر نگین کر لیں گے۔ امریکا کی کوشش ہے لمبے عرصے تک اپنی کٹھ پتلی انتظامیہ کو اسی نیم مردہ حالت ہی میں افغانوں پر مسلط رکھا جائے۔ کیوں کہ اس طرح کی نیم جان، ادھوری اور نااہل حکومت کے وجود سے افغانستان میں نئی جنگوں کے چراغ جلتے رہیں گے۔ ان چراغوں کی روشنی سے یہ فائدہ ہو گا کہ امریکا کے سیاہ کرتوتوں پر نقاب پڑا رہے گا۔ یہی وجہ ہے جب بھی اُنہیں اندازہ ہونے لگتا ہے کہ ان کی کٹھ پتلی انتظامیہ شکست کی دہلیز پر ہے تو وہ فوری طور پر اس کی مدد کو آ پہنچتے ہیں اور انہیں مکمل سقوط سے بچانے کی تگ ودو کرنے لگتے ہیں۔

چوں کہ اشرف غنی کی قیادت میں مشترکہ حکومت ہی امریکی مداخلت کو راستہ فراہم کرتی ہے، اس لیے اس حکومت کے دفاع اور بقا کی ذمہ داری بھی امریکا نے لے رکھی ہے۔ مجاہدین کی رواں سال کی کارروائیوں نے یہ بات بھی امریکیوں کے سامنے واضح کر دی ہے کہ کابل انتظامیہ کی وہ فوج، جس کی تربیت پر اربوں روپوں کے اخراجات کے گئے ہیں، اپنے خارجی آقاؤں کی موجودگی اور ان کی فضائی مدد کے بغیر ایک دن کے لیے بھی مجاہدین کے سامنے نہیں ٹک سکتی۔

دماغ....؟!

عابد منصور

چوں کہ دنیا میں انسان آباد ہیں... اور دنیا کے نظام کو منظم اور مربوط رکھنے کے لیے جو طریقہ کار اور نظم وضبط انسان کو دیا گیا ہے... وہ تب ہی کار آمد ہو سکتے ہیں، جب دوسرے انسانوں کو اپنی ماتحتی میں لے کر زندگی کے دن اور حیات کی راتیں گزارنے والے انسان کا "دماغ" صحت مند ہو...

دنیا کے تمام خزانوں سے بڑھ کر جو دولت انسان کو ودیعت کی گئی ہے، وہ دماغ اور عقل ہے۔ انسان کی چھوٹی سی کھوپڑی میں بند یہ خزانہ اتنا قیمتی اور لاجواب ہے کہ باقی خزانوں، نعمتوں اور دولت کی قدر بھی تب ہی پہچانی جاسکتی ہے، جب یہ درست ہو۔

لیکن.....!اگر کسی انسان کو دوسروں کی سرپرستی کرنے کا ذمہ دار بنادیا جائے تو دماغ کی قدرو قیمت مزید دوچند ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم مسلمان ہیں اور دنیا کی اکثر چیزوں کو اسلام ہی کے نقطہ نظر سے دیکھنے کے روادار ہیں، اس لیے جب مسلم دنیا پر ایک ایسا سربراہ مسلط کر دیا جائے، جس کا دماغ مذہبی حوالے غیر تربیت یافتہ ہو تو اس سے کیا کیا افتاد جنم لے سکتی ہیں... اس کی تشریح دیکھنے کے لیے پرانی تاریخ کے پیلاہٹ زدہ اوراق دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہمارا "آج" ہی اس کی سادہ اور پُراثر مثال بننے کے لیے کافی ہے۔

ہمارے زوال کا سب سے بڑا افسانہ سقوطِ اندلس کے طور پر سامنے آیا تھا، جب ایک غیر تربیت یافتہ دماغ کے حامل حکمران "ابوعبداللہ" کی وجہ سے طارق بن زیاد کے وارثوں کو اسی گہرے، نمکین اور موت آور سمندر میں ڈال کر جلا دیا گیا تھا، جسے وہ پار کر کے اندلس کا حکمران بنا تھا۔ موسیٰ بن نُصیر کے وارث خونی مچھلیوں کی تازہ خوراک کے طور پر کام آئے تھے۔ میرے خیال میں مغرب کے دانش وروں کی جانب سے "جانوروں کے حقوق" کی بابت تحریک کی ابتداء اس سانحے کو قرار دیا جاسکتا ہے۔

مسلم زوال کی دوسری بڑی کہانی تب منصہءِ شہود پر نمودار ہوئی، جب وسطی ایشاء پر خلافت بغداد سے زیادہ طاقت وَر "سلطنتِ خوارزم" کے غیر تربیت یافتہ حکمران "علاؤالدین محمد خوارزم شاہ" نے چنگیز خان کے سفیروں کو قتل کر دیا تھا۔ چنگیز خان کی درندگی کو اصحاب الاخدود کے واقعے کا دوسرا ایڈیشن کہا جاسکتا ہے، جب ایک خندق کے بجائے پورے کے پورے شہروں کو آگ لگادی گئی تھی۔ چنگیز خان کو خندق کھودنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، کیوں کہ مسلمانوں نے اس کا انتظام... فصیلیں بنا کر خود ہی کر دیا تھا۔ سچ ہے... فتح سے زیادہ اہم مفتوح کی حفاظت ہے۔

مسلمانوں کو زوال کے تیسرے بڑے سانحے کا تب سامنا کرنا پڑا، جب اندلس کو صفحہ ہستی سے مٹا کر اور مسلمانوں کا خون پی کر جوان ہونے والے عیسائی، مسلمانوں کی عظیم "سلطنتِ ہند" کو تجارت کے رُوپ میں لُوٹنے آئے تھے... اور دل چسپ یہ کہ حد سے زیادہ ہم دردی اور رحم دلی کے مظاہرے کرنے کی غیر تربیت یافتہ عادت نے انہیں اس کی اجازت بھی "عنایت" کر دی۔

جس طرح ایک تربیت یافتہ دماغ نے مسلمانوں کو بلندی اور ترقی سے آشنا کیا تھا، اسی طرح ایک غیر تربیت یافتہ دماغ نے انہیں پہلے والی پستی سے بھی زیادہ گہری دلدل میں پھینک دیا تھا۔ ہمارے آج کے مذہبی حوالے سے غیر تربیت یافتہ دماغوں کے حامل حکمران ہمیں مستقبل میں کیا دن دکھائیں گے... "شریفِ مکہ" سے لے کر آج کے اشرف غنی کو مثال کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، جو اندلس کے ابوعبداللہ کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ کردار مختلف ہیں، لیکن کام ایک ہی ہے۔ نسل تبدیل ہوگئی ہے، لیکن دشمن وہی ہے۔ جال نیا ہے، لیکن شکار اور شکاری پرانے ہیں۔

کیا ایسا نہیں کہ اندلس سے خروج کے بعد سے ہمیں "بے بس شکار" بننے کی عادت سی ہوگئی ہے...؟!

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہمیں مظلوم رہنے، شکار بننے اور اندلسی دربدروں کی جدید نسل "برمیوں، شامیوں اور ایلان کُردی" کا رُوپ اختیار کرنے کی عادت ذاتی طور پر ہے؟

یقیناً اس کا جواب نہیں میں ہے... تو پھر جن "دماغوں" کی وجہ سے ہم جن تکالیف کا شکار ہیں... انہیں یوں ہی ٹھاٹ باٹھ سے کیوں جینے دیا جارہا ہے...؟ اگر مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ مصائب میں نہیں گھبراتا... تو کیا یہ بھی مسلمان ہی کی شان ہے کہ وہ ہر وقت مصائب میں ہی مبتلاء رہے...؟ یقیناً نہیں... تو پھر اس ابتلاء کو طوالت دینے والے دماغوں کو اُڑا کیوں نہیں دیا جاتا...!!!

ایک تربیت یافتہ دماغ امیری، فارغ البالی، آزادی اور خوشیوں کو ایسے ہی جنم دیتا ہے، جیسے غیر ترقی یافتہ زمانہ ہونے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلطان عبدالرحمن ثالث سمیت کئی مسلم حکمرانوں نے کر دکھایا... اور ایک غیر تربیت یافتہ دماغ غربت، مفلوک الحالی، مظلومیت، غلامی اور سسکیوں کو ایسے ہی جنم دیتا ہے، جیسے امن، خوش حالی، ترقی، آزادی اور خود مختاری کے نعروں کے باوجود افغانستان کی صورتِ حال ہے۔

مسلسل فتوحات

خلیل عزیز

امریکی یہ سمجھتے رہے کہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے ان کے تربیت یافتہ دانش وَر اور سابق خوں خوار کمانڈرز کے گٹھ جوڑ اور نام نہاد سکیورٹی معاہدے پر دستخط کے ذریعے اپنی جارحیت کو مزید طول دیا جاسکتا ہے۔ اس کے ساتھ لسانی، علاقائی اور قومی تعصبات کے نعروں سے افغانوں کی جہاد اور مجاہدین سے محبت کے جذبے کو کمزور کیا جاسکے گا۔ امریکا اپنے مفادات اور قبضے کو طول دینے کے لیے اپنے حواریوں میں سے کسی کو ''اربکی'' (قومی ملیشیا)، کسی کو گلم جم، کسی کو سابق مجاہد یا روحانی پیشوا کے پُر فریب القابات دیتا رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت دیکھیے کہ طاغوتی قوتوں کی ہر سازش بہت کم عرصے میں ناکامی سے دوچار ہوئی ہے۔

ایک دانش وَر نے امریکا کو یقین دہانی کرادی تھی کہ پشتون علاقوں میں ان کے زرخرید قومی ملیشیا کے اہل کار مستقل طور امریکی مفادات کا خیال رکھیں گے۔ جب کہ دوسری جانب عبداللہ عبداللہ نے بھی سابقہ جنگجوؤں کو پھر سے منظم کرنے کے وعدے کیے تھے کہ ملک کے تاجک علاقوں میں طالبان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ جنرل دوستم تو ویسے ہی گلم جم ملیشیا کو اپنی جاگیر سمجھتا ہے اور اگر کچھ ڈالر انہیں مہیا کیے جائیں تو خاموش گلم جم ملیشیا کے ذریعے ایک مرتبہ پھر وحشت اور بربریت کا بازار گرم کر دیں گے۔ محقق خیل تو امریکی مفادات کی خاطر جان کی قربانی سمیت دین کی قربانی کے لیے بھی تیار ہوگئے، تاکہ کرسی اور امریکی ڈالرز ملتے رہیں۔

ان معروف چہروں نے میڈیا کے پروپیگنڈوں، اجلاسوں، کچھ ملکی اقدامات اور غیر ملکی دوروں میں اپنے آقاؤں کو یہ باور کرایا کہ ان کا سرمایہ اور انتخاب بالکل بجا ہے۔ ان کا کوئی بھی اقدام غلط نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ کام جو کرزئی 14 سالہ دور میں نہ کرسکا، وہ چند مہینوں میں کر دیں گے۔ کیوں کہ ان کے سینوں پر دنیا کے ''دوسرے مفکر'' اور گلم جم ملیشیا کے کمانڈروں کے تمغے سجے ہوئے ہیں۔ دوسری جانب مادیت، اسلحہ اور سامان جنگ کے مقابلے میں کابل کی مزدور افواج، قومی ملیشیا اور گلم جم کے خونخواروں سے 90 فیصد کم وسائل کی حامل، لیکن ایمانی جذبے سے سرشار لشکر نے بہت کم عرصے میں شمالی اور جنوبی افغانستان سمیت دیگر صوبوں کے وسیع علاقوں میں کئی فوجی مراکز اور درجنوں اضلاع فتح کر لیے، جس کا گزشتہ چودہ سالوں میں تصور کرنا بھی محال تھا۔

قندوز، بدخشان، بغلان اور فاریاب صوبوں میں اچانک اور مسلسل فتوحات کے بعد ہلمند اور موسیٰ قلعہ کی تاریخی فتوحات اور دوسرے صوبوں کی یومیہ کامیابیوں کی وجہ سے کابل کے امریکی مفکرین اور دوستی جنگجوؤں کو دن میں تارے نظر آنے لگے ہیں۔ امریکا کے سامنے ان کی بہادریوں کی قلعی کھل گئی ہے۔ عوام ان کے نام سے بھی نفرت کرنے لگے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ افغان عوام نے اپنی فلاح اور نجات کے واحد ذریعے کے طور پر اپنی تمام امیدیں طالبان سے وابستہ کرلیں۔ کابل ادارے سے منسلک افراد کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ طالبان کے ساتھ مقابلے سے باز رہیں اور اپنی چیک پوسٹ اور اسلحہ طالبان کے حوالے کریں۔

اطلاعات کے مطابق گزشتہ دنوں صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کا ایک اہم بازار اور اس سے ملحقہ علاقے، صوبہ پکتیکا کا ضلع وازہ خوا میں 7 چیک پوسٹ، صوبہ پکتیا کے ضلع پٹان میں ایک بڑا فوجی اڈہ اور صوبہ روزگان میں 8 چیک پوسٹ مکمل اسلحے سمیت مجاہدین نے فتح کر ڈالے۔

ہم پُر امید ہیں کہ اللہ تعالیٰ افغانستان میں کفر کے ان معاونین کو فتوحات کے اس تسلسل میں اُسی انجام سے دوچار کریں گے، جس انجام سے دوسرے جارحین افغان سرزمین میں دوچار ہوئے۔ اب وہی شکست خوردہ قوتیں اپنی ناکامیوں کی داستانیں بڑے اجلاسوں اور کانفرنسوں میں بیان کرتے ہیں اور لوگوں کے اذہان میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ افغانستان پر امریکی حملہ ایک حماقت اور اس کی مدد کرنا خیانت ہے۔

شرم اُن کو مگر نہیں آتی!

تحریر: خبیر احمد مجاہد

چند دن قبل اقتصادی اور فوجی لحاظ سے شمالی افغانستان کا اسٹریٹیجک اہمیت کا حامل صوبہ قندوز امارت اسلامی کے سرفروش مجاہدین کے ایک منفرد عسکری منصوبے کے تحت چند گھنٹوں میں فتح ہوگیا۔ دشمن کی تمام سکیورٹی چیک پوسٹس اور حکومتی ادارے مجاہدین کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئے اور وہ یکے بعد دیگرے مجاہدین کے قبضے میں آتے رہے۔

قندوز کی فتح اس وجہ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے، کیوں کہ گذشتہ چودہ برس کے دوران مجاہدین نے اس لیے کسی صوبے اور اس کے مرکزی شہر پر حملہ نہیں کیا تھا کہ دشمن نے شہری علاقوں میں چاروں طرف سے اپنی سکیورٹی کے انتظامات کر رکھے تھے۔ شہر کی حفاظت کے لیے جنگی پٹی کے ساتھ ساتھ شہر کے اندر قدم قدم پر چوکیاں ہر شہر کی سکیورٹی کا حصہ ہیں۔ شہر کی حفاظت کے لیے دن رات سکیورٹی فورسز کا گشت جاری رہتا ہے۔ اسی طرح یہ خدشہ بھی ظاہر کیا جا رہا تھا کہ شہروں میں عام طور پر وہ لوگ رہائش پذیر ہیں، جو کسی نہ کسی طرح حکومت یا غیر ملکی قوتوں کے ساتھ رابطوں میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ صوبے کے دور دراز علاقوں سے مجاہدین کے ڈر سے شہر کے وسط میں پناہ لیے ہوئے ہیں۔ اس لیے اگر مجاہدین شہر کے اندر داخل ہو جائیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ بھی مزاحمت پر اتر آئیں۔

ان کٹھن حالات میں مجاہدین طبعی طور پر شہر پر آسانی سے حملہ کرنے کے کے لیے تیار نہیں تھے، لیکن قندوز کی عظیم فتح سے تمام خدشات غلط ثابت ہوئے۔ مجاہدین کے ایک کامیاب حملے کے نتیجے میں قندوز شہر کی تمام حفاظتی چیک پوسٹیں، سکیورٹی فورسز اور قومی ملیشیا کے مراکز مجاہدین کے کنٹرول میں آگئے۔ ایک گھنٹے کے دوران افغان کٹھ پتلی فوج کے تین ہزار سے زیادہ مسلح سپاہی دُم دبا کر بھاگ نکلے۔ فتح قندوز کی جو ویڈیوز اور تصاویر سامنے آئی ہیں، تادم تحریر شہریوں کو کسی قسم کا جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچا۔ نہ کسی بد انتظامی یا شہریوں کے ساتھ بُرے اخلاق سے پیش آنے کا واقعہ سامنے آیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین پر مر مٹنے والے مجاہدین فخر سے قندوز کے گلی کوچوں میں گشت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہوئے لوگوں کو صبر و اطمینان کا درس دیتے ہیں۔ دوسری جانب قندوز کے شہریوں نے بھی مجاہدین کی آمد پر ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ ان کے ساتھ گاڑیوں پر بیٹھ کر شہر کا گشت کرتے رہے۔ مجاہدین سے محبت کے اظہار کے طور پر تصاویر بناتے رہے۔ ان کی شجاعت اور بہادری کے لمحات کو محفوظ کرتے ہیں۔

کابل ادارے کے نام نہاد مفکرین قندوز کی تاریخی شکست تسلیم کرنے اور اپنی بدنامی اور ناکامی کا اعتراف کرنے کے بجائے صدارتی محل میں میڈیا پر آئے اور قندوز میں شکست کی کچھ ایسی وجوہات بیان کیں، جو بچوں کے لیے بھی ماننے کے قابل نہیں۔ مثلاً:

ایک مفکر کا کہنا تھا کہ "ہم نے قندوز اس لیے چھوڑا، کیوں کہ وہاں شہریوں کو نقصان پہنچنے کا خدشہ تھا۔" لیکن اس کے بعد فرمایا کہ "قندوز کو چھڑانے کے لیے مرکز سے اضافی فورسز قندوز کی طرف روانہ کر دی گئی ہے اور ہم ہر قیمت پر قندوز پر دوبارہ قبضہ کریں گے۔"

ہمارا سوال ہے کہ اگر واقعی تمہیں شہریوں کے نقصانات کی فکر ہے اور بقول تمہارے قندوز میں شکست کی یہی ایک وجہ تھی تو پھر دوبارہ قندوز پر لاؤلشکر کے سے ساتھ وارد ہونے سے کیا شہریوں کے نقصانات نہیں ہوں گے؟ زمین اور فضا سے برستے بارود میں کتنے شہری جان کی بازی ہار جائیں گے؟ کیا کبھی اس بارے میں بھی کوئی "فکر" استعمال کی ہے؟

ثابت ہوتا ہے کہ مفکر کی یہ دلیل بے بنیاد ہے۔ کیوں کہ اگر ان کا بس چلتا تو قندوز میں خون کی ندیاں بہا دیتے، لیکن قندوز سے پسپائی اختیار نہ کرتے۔

بہ ہر حال مذکورہ حقائق کو دیکھتے ہوئے قندوز کی فتح مجاہدین کے لیے ایک ایسی کامیابی ہے، جس کی تہ تک ٹیکنالوجی کے پجاری اور مغربی ڈالرز پر نشو نما پانے والے اذہان نہیں پہنچ سکتے۔ اگر بات جنگی وسائل، ڈالرز اور فوجی ٹیکنالوجی کی ہو تو امریکا اور برطانیہ کے ہاتھوں وجود میں آنے والی افغان کٹھ پتلی فوج کے ہزاروں مسلح اہل کار تہی دست مجاہدین کے سامنے قندوز میں ایسی تاریخی اور عبرت ناک شکست سے دوچار نہ ہوتے! شرم 'اُن' کو مگر نہیں آتی۔

طالبان کی نئی تبدیلیاں اور اندازے حقائق کی روشنی میں

موسیٰ فرہاد

اندازہ یہ تھا کہ طالبان اپنے امیر ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد نہ صرف یہ کہ کمزور ہو جائیں گے بلکہ مختلف گروپوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ تنظیموں کی طرح آپس کی لڑائیوں میں مشغول ہو جائیں گے۔

یہ خیال بھی کیا جاتا تھا کہ طالبان اب ان اہداف سے دستبردار ہو جائیں گے جس کے لیے گذشتہ 22 سال سے بے شمار قربانیاں دی ہیں۔ اب دیگر جہادی تنظیموں کی طرح یہ لوگ بھی امریکی اتحاد کی غلامی شروع کر دیں گے۔ بہت سے مبصرین کا خیال تھا کہ طالبان تحریک صرف ملا محمد عمر مجاہد کی زندگی تک رہے گی۔ ان کے پاس کوئی فکری سرمایہ نہیں ہے جس کی بنیاد پر اپنے سربراہ کی عدم موجودگی میں بھی یہ لوگ اس کے وفادار ثابت ہوں۔

کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ طالبان کے عام مجاہدین اپنے سربراہ کی وفات کی خبر سنتے ہی جہادی حوصلہ ہار جائیں گے۔ پھر کوئی رہنما بھی ان کی صفیں منظم نہیں کر سکے گا اور نہ ہی ان کی اس قدر صحیح قیادت کر سکے گا۔

کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ طالبان اب مزید سیاسی لحاظ سے آزاد اور مستقل نہیں رہ سکتے۔ جس طرح ملا محمد عمر مجاہد اپنی حیات میں آزاد اور مستقل مزاج رہنما تھے۔ انہوں نے ہر طرح کی قربانی دی مگر آزادی اور اسلامی وملی اقدار پامال نہیں کیے۔

کابل کی بے بس انتظامیہ اور مغربی میڈیا یہ امید لگائے بیٹھی تھی کہ طالبان انہیں اس بات کا موقع دے دیں گے کہ وہ پروپیگنڈے کے ذریعے ان میں اختلافات ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ طالبان کے کمزور حلقوں کی اجتہادی غلطیوں اور غلط فیصلوں کا سہارا لے کر مجاہدین کی حیثیت مجروح کر دیں۔ اور اس کام کے لیے وسیع پیمانے پر پروپیگنڈا مہم کا پروگرام تشکیل دیا گیا تھا۔

کچھ مبصرین کا اندازہ تھا کہ طالبان اب غیروں کے ہاتھوں میں آلہ کار بن جائیں گے۔ افغانستان میں فیصلے غیروں کی فرمائشوں کی بنیاد پر ہوں گے۔ قومی اور اسلامی مفادات کے تحفظ کی پالیسی اب وہ ترک کر دیں گے۔

سچی بات یہ ہے کہ یہ اندازے لگانے والے صرف طالبان کے دشمن نہیں بلکہ کچھ ہمدردوں کا بھی یہی خیال تھا کہ اب صورتحال طالبان کے کنٹرول سے نکلتی جارہی ہے۔ ان قیاس آرائیوں کے لیے ان کے پاس کچھ دلائل بھی تھے۔ ماضی کے تجربات کو دیکھتے ہوئے ان کے یہ اندازے کچھ غلط بھی نہیں تھے۔ دیکھا جائے تو ہمارے ملک میں کئی جہادی تنظیمیں، دنیا بھر میں کئی جہادی تحریکیں موجود ہیں جو اپنے منزل کا راستہ کھو بیٹھی ہیں۔ یہ لوگ طالبان کو بھی اسی زاویہ نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ جن کے دعوے اور اہداف الگ الگ تھے۔ مگر حقیقت اس سے بہت مختلف تھی۔ یہ اس لیے کہ ان دو عشروں میں ہم نے دیکھا کہ طالبان کو بڑی آزمائشوں کا سامنا رہا۔ انہوں نے ہر طرح کے نامساعد حالات کا مقابلہ کیا۔ مگر پھر بھی عالمی سطح پر اپنا وجود ثابت کر کے رکھا۔ اور یہ سب کچھ اپنی جگہ صرف حالیہ تبدیلیوں پر ایک نظر ڈالیں گے کہ طالبان کے عظیم ترامیر کی وفات کے بعد لوگوں کے اندازوں کے برخلاف انہوں نے کون سے مثبت کام سرانجام دیے۔

1۔ حقیقت یہ ہے کہ وقت اور حالات کی نزاکت کا ادراک کرتے ہوئے طالبان کے رہنماؤں نے گھر کے اندر بڑے اختلافات کا راستہ روکا۔ پہلے اندازے کے برخلاف اپنی صفوں کو کمزوری سے بچائے رکھا۔ الگ ہونے کی بجائے صف کے مجاہدین کو اور بھی متحد اور منظم کیا۔ اور ان خطرات کا خاتمہ نئے امیر کے فوری اور مناسب انتخاب سے ممکن ہوا۔

2۔ دوسری حقیقت یہ ہے کہ طالبان نے تنظیموں کی ناکام سیاست سے سبق سیکھتے ہوئے پہلے ہی سے ان عوامل کا خاتمہ کر دیا جس کی وجہ سے آپس میں اختلاف اور علیحدگی ہوتی ہے۔ البتہ اس میں طالبان قیادت کی ہوشیاری کے ساتھ ساتھ دوسرا بڑا عامل طالبان کا عقیدت اور عقیدے کا فیکٹر ہے۔ چونکہ طالبان صرف اللہ تعالی کی راہ

میں دین کی حفاظت، ملک کی آزادی اور قومی اقدار کے تحفظ کے لیے لڑ رہے ہیں اس لیے اقتدار کے حصول کی خاطر لڑائی کے احتمالات ختم ہو جاتے ہیں۔

3۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ طالبان نے موجودہ تحولات میں یہ دکھا دیا کہ اپنے اہداف سے برگشتگی کی بجائے ماضی کی بنسبت زیادہ وفادار اور بھی شعوری اور مضبوط ہو رہے ہیں۔ 72 گھنٹوں کے اندر اندر نئے امیر کے انتخاب کا مسئلہ حل کرنے کے بعد ملک کے کونے کونے سے بیعتوں کا سلسلہ پوری تیز رفتاری سے شروع کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ فوراً ہی جنگوں پر فوری توجہ دی اور محاذوں کو ٹھنڈا ہونے نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ طالبان اپنے ہدف کے اتنے وفادار کیسے ہیں؟ دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے دولت اور اقتدار کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا۔

4۔ طالبان نے یہ حقیقت بھی عملی طور پر ثابت کر دی کہ وہ بہت گہری سوچ اور فکر کے مالک ہیں۔ جس کے لیے انہوں نے ہر طرح کی قربانیاں دیں۔ اور وہ ہدف اور منزل ایمانی ذمہ داری اور سرزمین کی آزادی ہے۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ قیادت اور اہم رہنماؤں کی شہادت، وفات یا اسارت سے ان کے حوصلے کبھی کمزور نہیں ہوں گے۔ بلکہ ان کے احساسات اور مضبوط اور قربانی کا جذبہ اور توانا ہو گا۔

5۔ لوگوں کے گمان کے مطابق طالبان اب مزید اپنے مرحوم امیر کی طرح آزاد اور مستقل نہیں رہ سکتے اس لیے وہ غیروں کی خاطر استعمال ہو جائیں گے۔ طالبان کے نئے امیر مولوی اختر محمد منصور صاحب نے اپنے پہلے بیان میں اس حقیقت کے حوالے سے واضح کر دیا کہ: "سچی بات یہ ہے کہ آج ہم اور آپ کو بہت بڑی ذمہ داری حوالے کی گئی ہے۔ یہ تو بہت مشکل ہو گا کہ ہم امیر المومنین رحمہ اللہ کی طرح کردار ادا کریں۔ مگر چونکہ ان کی روحانی رہنمائی میں ہم نے زندگی گذاری ہے اس لیے یہ عہد کریں گے کہ اپنی پوری قوت کے ساتھ امیر المومنین کے مبارک اہداف اور آزادی کے حصول کے وفادار رہیں گے۔ اور اس راہ میں اللہ تعالی سے مدد مانگیں گے۔ اپنا جہاد اسی طرح جاری رکھیں گے جب تک دشمن کو مکمل شکست سے دوچار نہ کر دیں۔ نام نہاد مذاکرات اور بے مقصد بات چیت کے لیے غیروں کے مقاصد کی خاطر کبھی تیار نہیں ہوں گے "۔ ملا منصور صاحب کی درجہ بالا وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ طالبان اپنے اہداف کے حصول کے لیے اب بھی ویسے سرگرم ہیں جس طرح امیر المومنین رحمہ اللہ تھے۔ انہوں نے قومی مفادات اور اسلامی اصولوں سے کبھی بھی ناجائز تنزل یا مداہنت نہیں کی۔ اپنے ہدف کے حصول کے لیے ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی طرح خود مختار اور آزاد رہیں گے۔

6۔ ایک اور بات جس کا اندازہ لوگ لگا رہے تھے کہ طالبان کا کوئی امیر پھر سے مجاہدین کی صفوں کو پھر سے منظم نہیں کر پائے گا۔ جو پھر سے جارحیت پسندوں کے خلاف مضبوط رہنمائی کرے گا۔ اس بات کا جواب ذبیح اللہ نے شرق الاوسط اخبار کے ایک سوال کے جواب میں کچھ اس طرح دیا: "چونکہ جہادی صف قربانیوں کی جگہ ہے۔ یہاں ہر لحہ قیادت سمیت سب کو شہادت یا طبعی موت کا احتمال رہتا ہے۔ اس لیے جہادی قیادت نے پہلے ہی اس کے لیے تدابیر بنائے ہوتے ہیں۔ جہادی صف کی دیگر خصوصیات کے علاوہ یہ جہادی قائدین کی تربیت گاہ بھی ہے۔ یہاں اگر کوئی رہنما شہید، گرفتار یا طبعی موت سے وفات پاتا ہے تو اس سے جہادی صف کو کوئی نقصان نہیں ہو گا اور نہ انہیں کمزوری کا احساس ہو گا۔ اس لیے کہ انہیں پہلے ہی سے فکری حوالے سے یہ تلقین کی جا چکی ہوتی ہے کہ راہ جہاد کا جاری رہنا شخصیات اور افراد سے مشروط نہیں ہوتا بلکہ ان کا دوام افکار اور تعلیمات پر ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین کی وفات سے مجاہدین کو کسی کمزوری کا احساس نہیں ہوا۔ بلکہ ان کے جاری کیے ہوئے سلسلے سے مزید وفاداری کے باعث وہ صف مزید مضبوط ہو جاتی ہے اور مزید قوت کے ساتھ بیرونی جارحیت پسندوں اور ان کے حامیوں کے خلاف اپنا جہاد جاری رکھتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ امارت اسلامیہ کے نئے سربراہ محترم ملا اختر محمد منصور صاحب ایک تجربہ کار اور انتہائی کامیاب رہنما رہے ہیں۔ مرحوم امیر المومنین کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ عملی میدان میں انہوں نے شدید ترین حالات میں جہادی صف کی قیادت کی۔ اب انہوں نے اپنے لیے انتہائی مضبوط، بارسوخ، دینی علوم رکھنے والے سمجھدار نائبین بھی مقرر کیے ہیں۔ مضبوط رہبری شوری جس میں شریک تمام لوگ باخبر اور امارت اسلامیہ کے صف اول کے لوگ ہیں۔ ماضی کی بنسبت امارت اسلامیہ کی وحدت اور بھی مضبوط رہے گی اور ماضی کی بنسبت اور زیادہ قوت میں ہماری موجودگی ثابت ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

7۔ یہ حقیقت ہے کہ طالبان نے درجہ بالا مثبت اقدامات کے ذریعے مغربی میڈیا کا پروپیگنڈا ابتدا ہی میں انتہائی حکمت کے ساتھ غیر متوقع طریقے سے ختم کر دیا۔ انہیں موقع نہیں دیا کہ وہ طالبان کے درمیان پروپیگنڈے کے ذریعے اختلافات پیدا کر دیں۔ دوسری طرف کابل انتظامیہ مسلسل عسکری اور سیاسی شکست کھانے کی وجہ سے بڑی پریشانی اور گہرے تفکرات کا شکار نظر آتا ہے۔

غزنی جیل: چار مجاہد شہید، 450 رہا

انٹرویو: حبیب مجاہد

غزنی جیل پر حملے کے متعلق صوبائی ذمہ دار سے گفتگو

14 ستمبر 2015 کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ایک تکنیکی حملے میں صوبہ غزنی کی مرکزی جیل توڑ دی اور وہاں موجود تمام مجاہدین کو رہائی دلائی۔ غزنی جیل کا واقعہ عزم آپریشن کی کارروائیوں میں سے ایک اہم کارنامہ ہے۔ اس واقعے کے حوالے سے اس صوبے کے صوبائی گورنر مولوی محمد قاسم صمیم مجاہد سے گفتگو ہوئی، جو قارئین کی نذر کی جاتی ہے۔

سوال: محترم جناب مولوی محمد قاسم صاحب! سب سے پہلے ہم غزنی جیل کے متعلق جاننا چاہیں گے۔ یہ کہاں واقع ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: غزنی کی صوبائی مرکزی جیل غزنی شہر کے جنوب مشرق میں ”خدائیداد“ کے علاقے میں واقع ہے۔ جو یہاں کے صوبائی سیکرٹریٹ کی عمارت سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ جیل ملک بھر کی مشہور جیلوں میں سے ایک ہے۔ یہاں سکیورٹی بہت سخت ہے۔ ارد گرد بہت سی چیک پوسٹیں قائم ہیں۔

سوال: غزنی جیل توڑنے کے لیے کیا منصوبہ ترتیب دیا گیا تھا اور اس کی تیاری کیسے کی گئی؟

جواب: ہمارا شروع سے ارادہ تھا کہ اسے توڑا جائے۔ تقریباً دس ماہ سے ہم اس منصوبے پر کام کر رہے تھے اور یہ سلسلہ بہ تدریج آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ منصوبے کی تمام تر تیاریاں مکمل اور حتمی ہوگئیں۔ بالآخر اس پر عمل درآمد کر دیا گیا، جس کے نتیجے میں 450 مجاہدین دشمن کے چنگل سے آزاد ہوگئے۔ منصوبہ یہ تھا کہ کارروائی میں 10 فدائی اور 300 دیگر مضبوط طاقت ور مجاہدین حصہ لیں گے۔ ان مجاہدین میں سے 40 مجاہدین وہ تھے، جنہیں پہلے سے جیل پر حملے کے منصوبے سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ انہیں خصوصی ہدایات دی گئیں۔ ان کی ذمہ داری تھی کہ یہ لوگ بذات خود منظم طریقے سے جیل پر حملہ کریں گے۔ وہاں داخل ہوں گے اور قیدیوں کو پنجروں سے نکالیں گے۔ منصوبہ یہ تھا کہ پہلے 2 فدائی مجاہد، جنہیں 82 ملی میٹر توپ چلانے میں خصوصی مہارت حاصل تھی، ان کے ذمہ یہ تھا کہ رات کے ایک بجے جیل چھاؤنی کے پہرے دار کے مورچے اور ایک نگران برج پر 62 راکٹ کا گولہ فائر کریں گے۔ اس کے فوراً بعد کار بم، جس میں 10 ٹن دھماکہ خیز بارودی مواد موجود ہوگا، جیل کے قریب پہنچایا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ دیگر مجاہدین جیل کے آس پاس تمام چیک پوسٹوں پر حملہ کر کے اُنہیں مصروف رکھیں گے۔ کار بم دھماکے کے بعد 40 مجاہدین اور چند فدائی مجاہدین، جو اب تک جیل کے قریب ایک نہر میں ’مخصوص اشارے‘ کے منتظر ہوں گے، جیل کے دروازے پر پہنچیں گے۔ ان کا کام دشمن کی باقی ماندہ قوت کا خاتمہ کرنا تھا۔ اگر دشمن سے سامنا نہ ہو تو سیدھا جیل میں گھس جائیں۔ وہاں سے قیدیوں کو نکال کر جیل کے قریب کھڑی بڑی گاڑیوں کے ذریعے غزنی کے مضافاتی علاقے میں محفوظ مقامات تک لے جائیں گے۔

منصوبے پر عمل درآمد اسی طرح ہوا، جیسا بنایا گیا تھا۔ چھاؤنی کو نشانہ بنانے اور کار بم دھماکے کے بعد فوراً کارروائی کا آغاز کر دیا گیا۔ جیل کے آس پاس 7 مورچے، اسی طرح غزنی شہر کے قریب قلعہ قاضی کی چیک پوسٹ، ہیک سلیمان زئی کی چیک پوسٹ، زرگر پوسٹ اور ملانوح بابا کے علاقے کی چیک پوسٹ کو بیک وقت حملے کا نشانہ بنایا گیا۔ غزنی پولیس ہیڈ کوارٹر، کوئیک رسپانس فورس کے کیمپ اور پی آر ٹی پر گولے برسائے گئے۔ یوں دشمن کو ہر جگہ مصروف رکھا، تاکہ کچھ پتہ نہ چلے کہ اصل ہدف کیا ہے اور کہاں حملہ کرنا اصل مقصد ہے؟ اس دوران جیل کے مخصوص چالیس مجاہدین، نو فدائیوں کے ساتھ جیل پر حملہ آور ہوئے۔ ایک فدائی نے جیل سپریڈنٹ کے دفتر پر جا کر دھماکہ کر دیا۔ دوسرے نے رات کی تاریکی میں ایک اور بڑے ہدف کو نشانہ بنایا۔ ایک فدائی مجاہد، جو صبح شہید ملا، اس کی جیکٹ نہیں پھٹ سکی

تھی۔ محسوس ہوتا ہے، وہ لڑتے ہوئے یا اپنے دستی بم سے شہید ہو گیا تھا۔ اس جنگ میں کل یہی چار فدائی مجاہدین شہید ہوئے، جن میں سے ایک کار بم دھماکے میں تھا۔ مجاہدین جیل میں داخل ہوئے اور پہلے مجاہدین قیدیوں کو نکالا اور انہیں محفوظ مقام کی طرف منتقل کر دیا۔ اس کے بعد کرائم بلاک میں بند انتہائی شدت پسند اربکیوں کو، جو مختلف جرائم کی وجہ سے حکومت ہی کی جیل میں بند تھے، انہیں گرفتار کر کے اپنے ساتھ لایا گیا۔ اس طرح مجاہدین نے تمام قیدیوں کو خصوصی گاڑیوں میں پورے اطمینان سے غزنی شلگر کے علاقے "کلاخیلو" پہنچایا اور وہاں سے انہیں ضلع گیرو منتقل کیا گیا۔

سوال: اس لڑائی میں جیل توڑنے کے علاوہ دشمن کو اور کیا نقصانات پہنچے اور مجاہدین کو کتنا نقصان ہوا؟

جواب: جیل پر کارروائی کے دوران آس پاس غزنی کے پی آر ٹی دفتر اور کوئیک رسپانس فورس کے اہل کار مدد کے لیے اس علاقے کی طرف آ رہے تھے۔ وہ راستے میں مجاہدین کے حملے کا شکار ہو گئے۔ انہیں شدید نقصانات اٹھانا پڑے۔ ایک اور جگہ دشمن کی ایک گاڑی بارودی سرنگ کا نشانہ بنی۔ اس کے علاوہ تمام مقامات پر کارروائیوں کے دوران دشمن کو بہت نقصانات اٹھانا پڑے۔ ہیک سلیمان زوئی چیک پوسٹ، جو ایک مستحکم جگہ قائم تھی اور بڑا علاقہ ان کے شر سے محفوظ نہ تھا، وہ بھی اسی رات کو فتح ہوئی۔ اس میں کئی فوجی ہلاک ہو گئے۔ جیل کے دروازے پر ہونے والے بم دھماکے میں ان کے چالیس سے زیادہ فوجی ہلاک ہو گئے۔ جب کہ اس جنگ میں ہمارے چار فدائی شہید ہوئے ہیں۔ دیگر مجاہدین میں صرف 2 ساتھی سرسری زخمی ہوئے، جن میں سے ایک کو بازو پر گولی لگی اور دوسرا تیز چلتے ہوئے بیلنس نہ رکھ سکا اور پاؤں کے جوڑ ہل گئے۔ اس کے علاوہ ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ الحمدللہ!

سوال: جیل سے رہا ہونے والے قیدی کون تھے اور دشمن نے انہیں دوبارہ کیوں گرفتار نہیں کیا؟

جواب: جیل سے رہائی پانے والے اکثر مجاہدین تھے۔ کچھ لوگ ایسے تھے، جو مجاہد میں سے نہیں تھے، مگر حامی ضرور تھے، جنہیں دشمن نے رشوت کی خاطر قید کیا تھا۔ آپ جانتے ہوں گے دشمن کے رشوت خور ججوں نے لوگوں کی گرفتاری کو اب ایک کاروبار بنا دیا ہے۔ بے گناہوں کو گرفتار کیا جاتا ہے اور پیسوں کے بدلے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ الحمدللہ! غزنی کے واقعے میں مجاہدین کے سیکڑوں مجاہد ساتھیوں اور مسلمانوں کو ان مظالم سے نجات دلائی گئی۔ آزاد ہونے والے فوجیوں میں اکثر غزنی، پکتیا، پکتیکا، زابل اور میدان وردگ کے تھے۔ وہ سب کے سب اپنے علاقوں کو پہنچا دیے گئے۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی دشمن گرفتار نہیں کر سکا۔

سوال: غزنی جیل کے علاوہ رواں سال کچھ اور بھی بڑی کارروائیاں کی گئی ہیں، آپ ان کے حوالے سے کیا بتانا پسند کریں گے؟

جواب: غزنی میں رواں سال عزم آپریشن کے سلسلے میں قابل ذکر کارروائیاں کی گئی ہیں، جنہیں چند حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مجاہدین نے دشمن کے بڑے آپریشن ناکام بنائے۔ دشمن کی چیک پوسٹیں فتح کیں اور دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔ اس سال دشمن نے موسم بہار میں آپریشن کا آغاز غزنی کے ضلع "دہیک" سے کیا تھا۔ تین اطراف سے علاقے میں فوج بھیجی گئی اور دہیک میں 7 دن جنگ جاری رہی۔ بالآخر دشمن نے اپنے شدید نقصانات کا اعتراف کیا اور علاقے سے فرار ہو گیا۔ دہیک کے بعد غزنی کے ضلع "انڈر" میں وسیع پیمانے پر آپریشن کیا گیا۔ یہاں بھی شدید مزاحمت کی گئی۔ 4 ٹینک اور ایک گاڑی تباہ ہوئی۔ پیدل افواج کو بھی بھاری نقصان پہنچا۔ بالآخر بغیر کسی کامیابی کے آپریشن کے خاتمے کا اعلان کر دیا گیا اور وہ ناکام لوٹ گئے۔

انڈر میں ناکام ہونے کے 15 دن بعد مقر، گیلان اور ناوہ کے اضلاع میں بہت بڑے پیمانے پر آپریشن کا آغاز کیا گیا۔ ان کارروائیوں میں دشمن کا ہدف یہ تھا کہ ناوہ کا مفتوحہ علاقہ طالبان سے چھین لیا جائے۔ اس علاقے میں مجموعی طور پر بیس دن جنگ جاری رہی۔ دشمن نے اپنی پوری قوت استعمال کی، مگر مجاہدین سے کوئی علاقہ نہ چھین سکے۔ باوجود اس کے کہ 'ناوہ' کا مرکز مختصر عرصے کے لیے دشمن کے قبضہ میں چلا گیا، مگر یہاں ان پر شدید دھماکے ہوئے اور انہیں سخت نقصان پہنچا، جس کی وجہ سے بالآخر مجبور ہو کر اپنی فوج یہاں سے نکال لی۔ دشمن کے ان آپریشنوں کا مقابلہ اور انہیں ناکام کرنا رواں سال کا سب سے اہم کارنامہ تھا، جو مجاہدین نے کر ڈالا۔ رواں سال غزنی شہر کے قریب ضلع خوگیانو مکمل طور پر فتح ہو گیا۔ یہ رشیدانو، زنہ خان اور ناوہ کے اضلاع کے بعد چوتھا ضلع ہے، جو مکمل مجاہدین کے تصرف میں ہے۔ واغز اور گیرو کے اضلاع میں بھی بار بار آپریشن ہوئے۔ اللہ تعالی سے امید ہے کہ یہ اضلاع بھی فتح ہو جائیں گے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 38 پر ملاحظہ فرمائیں۔

قاری حبیب

قندوز کی فتح اور دشمن کے الزامات

دنیا کی جنگوں کے تاریخی لحاظ سے کیے گئے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے، جب کوئی ملک کسی علاقے پر قابض ہوتا ہے تو وہاں کے لوگوں کی جان، مال اور عزت سے کھیلنا اپنے لیے جائز سمجھتا ہے۔ اس سلسلے میں یورپی اور مغربی ممالک کی آپس کی خانہ جنگیوں کی تاریخ نہایت ہی شرم ناک اور الم ناک ہے۔ جسے لکھتے ہوئے قلم بھی لرز اٹھتا ہے۔ انسانی حقوق کے نام پر تنظیمیں بنا کر انسانیت کا درس دے دینے والے امریکا، فرانس اور برطانیہ نے جب پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے دوران جرمنی پر قبضہ کیا تو وہاں کی عوام پر سربریت کی انتہا کر دی تھی۔ ان کی عورتوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنانا اپنے لیے اعزاز سمجھا۔

افغانستان کی جنگوں کی تاریخ بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں جب بھی کسی استعمار نے غلبہ پایا ہے تو اُس نے اندوہ ناک جرائم کی تاریخ رقم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ گزشتہ چار دہائیوں سے جاری جنگ کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ ہر دور میں قابض قوت نے مغلوب قوم پر ظلم کی انتہا کی ہے۔ کسی شہر پر قبضے کے بعد وہاں کے لوگوں کے جان و مال سے گھناؤنا کھلواڑ کوئی جرم ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بہت بے رحمی سے لوگوں کی دولت لوٹی جاتی ہے۔ اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ گزشتہ دورِ جہاد کے آخر میں بعض شہروں میں سرکاری املاک، نقد رقم، فرنیچر کا سامان، دروازے، کھڑکیاں اور بجلی کا سامان لوٹ لیا گیا۔ کارخانوں کو بھی آپس میں تقسیم کر کے لوٹ مار کی گئی۔ سرکاری املاک پر مختلف رنگوں سے یہ جملہ لکھا ہوا تھا:

"اس مکان پر فلاں کمانڈر کا قبضہ ہے۔ کسی اَور کو دعوے کا حق حاصل نہیں ہے۔"

یہ تلخ حقیقت صرف یہاں تک محدود نہیں، بلکہ جب انگریز نے ملک پر حملہ کیا تو اس وقت بھی سرکاری املاک کو مالِ غنیمت سمجھ کر لوٹ مار کی تاریخ رقم کی گئی تھی۔ 'محمود طرزی' کی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ "جب افغانستان اور برطانیہ کے درمیان دوسری جنگ کے دوران مجاہدین کابل میں داخل ہوگئے اور شیرپور تک پیش قدمی کی تو انہوں نے شیرپور میں انگریزوں کے ہیڈکوارٹر پر حملے کی تیاری شروع کر دی۔ جب کہ یہاں کابل میں "قزلباش" قوم کی اکثریت تھی، اُس نے لوٹ مار شروع کر دی۔ اسی وجہ سے انگریزوں کے ہیڈکوارٹر پر حملے کی منصوبہ بندی ناکام ہوگئی۔

جب چند روز قبل طالبان نے افغانستان کے شمال میں سب سے بڑے شہر قندوز پر قبضہ کیا تو انہوں نے اس غلط تاریخی رسم کو باطل ثابت کر دیا۔ طالبان نے قندوز پر بہت منظم طریقے سے قبضہ کیا۔ بہترین منصوبہ بندی کی بدولت لوگوں کا نقصان بھی نہ ہونے کے برابر تھا اور عوام کے جان و مال اور عزت کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ طالبان نے پہلے ہی سے بہترین حکمت عملی طے کی تھی، جس کے باعث گورنر ہاؤس، پولیس ہیڈکوارٹر اور تمام سرکاری املاک محفوظ رہیں۔ کسی ایک مکان کو بھی نقصان نہیں پہنچا۔ قندوز شہر میں کسی نے لوٹ مار کی اور نہ ہی کسی دکان کو نقصان پہنچا۔ بینکوں کو نقصان پہنچا اور نہ ہی سونے کی دکانوں سے چوری ہوئی۔

قندوز شہر میں پولیس ہیڈکوارٹر کا ایک حصہ جل گیا، لیکن وہ بھی حکومت کا اپنا کارنامہ تھا۔ افغان فورسز نے فرار ہونے سے قبل سرکاری دستاویزات کو خود آگ لگا دی۔ طالبان کی مثالی فتح نے دشمن کو حواس باختہ کر دیا اور وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہوگئے۔ اس لیے پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ سب سے پہلے طالبان سے دشمنی میں شہرت رکھنے والے "امراللہ صالح" اور اس کے بعد کابل حکومت اور این جی اوز نے پروپیگنڈے کا سہارا لیا کہ "طالبان نے قندوز میں عام شہریوں کو قتل کیا ہے۔ دکانوں کو لوٹ لیا گیا اور عورتوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ جب کہ قندوز کے عوام نے اس تمام الزامات کو سختی سے رَد کرتے ہوئے کہا ہے: "یہاں لوٹ مار کا کوئی واقعہ پیش آیا ہے اور نہ ہی کسی کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ یہ سب جھوٹ اور محض الزامات ہیں۔

وائس آف امریکا ریڈیو کے ایک صحافی نے قندوز شہر میں حکومت کے ایک رہنما براءت خان عمرخیل سے اس حوالے سے سوال کیا تو اُن کا کہنا تھا:

"اللہ تعالیٰ کو حاضر جان کر بہ حیثیت ایک مسلمان اور افغان ہونے کے مَیں اعتراف کرتا ہوں کہ قندوز میں طالبان نے عوام کو کسی بھی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ دکانوں سے چوری کے الزامات جھوٹ ہیں۔ طالبان نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے اور نہ ہی کسی کے گھر میں گھس کر جنسی تشدد کیا ہے۔ وہ صرف سرکاری املاک میں رہتے ہیں اور جو پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، وہ بھی حکومت میں شامل اُن جرائم پیشہ عناصر کی جانب سے کیا جا رہا ہے، جو طالبان کے انخلا کے بعد شہر میں لوٹ مار اور چوری کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چوری کی وارداتیں طالبان کی نہیں، بلکہ حکومت میں شامل جرائم پیشہ عناصر کی کارستانی ہے۔"

اُن کا اشارہ کمانڈر "میر علم" اور شمالی اتحاد کے کمانڈروں کی طرف تھا۔ کیوں کہ ماضی میں بھی جنسی تشدد اور دیگر جرائم کے واقعات ان کمانڈروں کے جنگجوؤں کی جانب سے رُونما ہوتے رہے ہیں، جن کی رپورٹیں کئی بار ملکی اور بین الاقوامی میڈیا پر منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ اب تک قندوز جنگ کے بعد جو تصاویر اور ویڈیوز سوشل میڈیا پر شائع ہو چکی ہیں، ان میں جرائم کا کوئی واقعہ نظر نہیں آتا، بلکہ طالبان کے مثبت کردار مزید واضح ہو جاتا ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ طالبان کے کردار کی ستائش کی جائے، جنہوں نے جنگ کے ماحول میں عوام کی حفاظت کا بہترین انتظام کیا ہے، لیکن اس کے برعکس اُن پر بے جا گھناؤنے الزامات لگانا اور ان کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کرنا انتہادرجے کا ظلم اور ناانصافی ہے۔

کیا ہم خود مختار ہیں؟

تحریر: انجینئر احرار

افغان جنتری کے مطابق ماہِ "اسد" کی 28 تاریخ (جو کہ اس دفعہ 19 اگست 2015 کو آیا تھا) کا دن "یوم آزادی" کے طور پر منایا جاتا ہے۔ 96 سال قبل اسی روز افغانوں نے انگریزوں کو افغانستان میں شکست دے کر خود مختاری حاصل کی تھی۔ ہر سال اس دن سرکاری سطح پر جشنِ آزادی منایا جاتا ہے۔ اس وقت بھی یہ جشن آزادی منایا گیا، جب افغانستان پر انگریزوں کے ایجنٹ اور کٹھ پتلی حکمران مسلط تھے۔ اس دن کو منانے کی ابتداء امان اللہ خان نے کی تھی۔ انہوں استعمار کے خلاف فکری جنگ کا آغاز کیا تھا۔ انہوں نے بہادر افغان قوم کی حمایت سے انگریزوں کو شکست دی تھی۔ انہیں ملک سے نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ جب سوویت یونین نے افغانستان پر یلغار کی اور ملک پر عملاً روسی افواج کا قبضہ تھا، اس وقت بھی جشنِ آزادی منایا جاتا تھا۔

2001ء میں امریکا کی سرپرستی میں 48 ممالک کی افواج نے افغانستان پر لشکر کشی کی اور ملک پر قبضہ کیا، جب کہ تب سے ہر سال افغان حکومت بھی جشنِ آزادی منانے کا اہتمام کرتی ہے۔ کابل میں حکومت نے جشن آزادی منانے کی تقریب منعقد کی تھی، جس میں برطانیہ کے سفیر اور فوجی بھی شریک تھے۔ لیکن سوال یہ ہے؛ کیا ہم نے حقیقی آزادی حاصل کرلی ہے؟ کیا آزادی کا مطلب یہ ہے کہ قابض فوجیں ملک سے نکل جائیں؟ کیا ہم سیاسی، اقتصادی اور نظریاتی طور پر آزاد ہیں؟ کیا ہمارا نظامِ حکومت ہمارے اپنے عقیدے اور ملی روایات کے مطابق قائم ہے؟

حقیقت یہ ہے ہم نے برطانیہ سے آزادی حاصل کی، لیکن نظریاتی طور پر ہمارے حکمران آج بھی غلام ہیں۔ جب امان اللہ خان نے یوم آزادی منانے کا اعلان کیا تو اس کے فورا بعد مغرب کا تفصیلی دورہ کیا اور وہاں سے آتے ہی ملک کو مغربی تہذیب کا گڑھ بنادیا۔ ان کی کوشش تھی قوم کو مغربی تہذیب کا غلام اور ہم نوا بنایا جائے۔ سیاسی نظام کو اسلامیت سے بے بہرہ کیا۔ سیاسی قائدین وہ لوگ بنائے گئے، جو مغربی مفادات کے محافظ تھے۔ انگریزوں کو شکست دینے کے بعد ہم نے حکومتی سطح پر اس بات پر توجہ نہیں دی کہ ملک کا نظام کیا ہو گا؟ اس لیے ایسا نظام ہم پر مسلط ہوا، جو سیاسی لحاظ سے مغرب کے زیر اثر ہے۔ ہمارے حکمرانوں نے کبھی ملک کے مفادات کا خیال نہیں رکھا ہے، بلکہ وہ ہمہ وقت مغربی قوتوں کے مفادات کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ امان اللہ خان کے بعد توقع تھی شاید اب اسلامی نظام نافذ ہو گا؟! لیکن ایک بار پھر نادر خان کی قیادت میں افغان قوم پر ظالمانہ اور غلامانہ نظام مسلط کیا گیا، جو سالوں تک نافذ رہا۔ انہوں نے قوم کو پس ماندہ اور تعلیم سے دور رکھا۔ غربت اور جہالت کا دور دورہ ہوا۔ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا، تاکہ قوم میں ان کے خلاف شعور پیدا نہ ہو۔

شرم کی بات ہے آج بھی مغرب اور امریکا کے زیرِسایہ جشن آزادی منایا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کے تمام شعبوں انتظامیہ، سیاست، معیشت، ثقافت، تعلیم اور فوجی تربیت امریکا کے کنٹرول میں ہے۔ حکومت کی نگرانی براہِ راست امریکا کر رہا ہے۔ قوم کو ورغلانے کے لیے برسر اقتدار طبقہ افغانی ہے، جب کہ اختیارات کا سرچشمہ اب بھی امریکا اور نیٹو ہے۔ چودہ برس سے وہی برطانوی افواج ہمارے ملک پر قابض ہیں، جنہوں نے ہمارے ہزاروں مسلمان بھائیوں کو شہید کیا ہے۔ افغان قوم اور امتِ اسلامیہ تب حقیقی آزادی منائے گی، جب نہ صرف قابض افواج مکمل طور پر ملک سے نکل جائیں۔ بلکہ ایک بار پھر اسلام کا عادلانہ نظام نافذ ہو جائے اور ملک امن کا گہوارہ بن جائے۔ سیاست، معیشت، تعلیم، صحت اور تمام شعبے اسلامی تعلیمات کے مطابق کام کریں۔ ہر کام میں مغرب کے بجائے اللہ تعالی کی طرف رجوع کیا جائے۔

حسن مومند

مذاکرات دشمن کا ناکام ہتھکنڈا ہیں

جب اکتوبر 2001 سے قبل امارت اسلامیہ کی قیادت نے امریکا کو مذاکرات کی دعوت دی اور افغانستان پر حملہ نہ کرنے اور میز پر مسئلے کا حل تلاش کرنے کا مطالبہ کیا تھا، تب دنیا کا ہر سلیم العقل شخص اسے طالبان کا بجا مطالبہ سمجھتا تھا۔ کیوں کہ دنیا کی سپر طاقت کی شر سے اپنے کمزور ملک کا تحفظ اور غریب ملک کا دفاع کرنے کے لیے اس سے اچھی تدبیر اور عقل مندی بظاہر کوئی نہیں تھی۔ شریعت کی ہدایت سے باخبر ہر مسلمان بھی اس حوالے سے امارت اسلامیہ کی قیادت کو قابلِ ملامت نہیں سمجھتا تھا۔ اسے بزدلی نہیں سمجھتا تھا۔ حالانکہ شریعت کی ہدایت یہی ہے، جب دشمن سے مسلمانوں کو تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کی جارہی ہو، تب قصدا مسلمانوں کو دشمن سے لڑانا تو دور کی بات ہے، ہمارے دین نے اپنے پیروکاروں کو دشمن سے مڈبھیڑ کی خواہش سے بھی منع کیا ہے۔ البتہ جب مڈبھیڑ ہو جائے تو پھر پوری مردانگی اور استقامت سے دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔

یہی وجہ تھی کہ امارت اسلامیہ نے امریکا کو افغانستان پر حملے سے روکا اور ہمیشہ مذاکرات کی دعوت دی۔ یہ بھی کہا گیا کہ محض الزامات لگانا کافی نہیں اور نہ الزامات کسی فیصلے کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ امریکا کو چاہیے اپنے دعوے کو ثابت کرنے لیے مضبوط دلائل پیش کرے، تاکہ اس پر دوطرفہ غور و فکر سے فریقین کے لیے قابلِ قبول نتیجہ اخذ کیا جاسکے۔ مگر امریکا اس وقت پوری دنیا میں عسکری اور مادی لحاظ سے کسی کو اپنا حریف نہیں سمجھتا تھا۔ وہ خود کو پوری دنیا کا آقا سمجھتا تھا۔ اس نے دنیا بھر کے قدرتی ذخائر پر قبضے کے لیے پہلے سے منصوبہ بنا رکھا تھا۔ اس کے علاوہ وہ ''بعض'' ممالک کی ہمیشہ کے لیے سرکوبی بھی کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اسلام اور مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔ یہی وجہ تھی کی دنیا کی سپر پاور نے اپنے ساتھ 48 ممالک کو بھی ملالیا اور دنیا کی تاریخ میں شاید پہلی بار اتنے بڑے عسکری اتحاد نے ایک غریب اور چھوٹے ملک افغانستان پر حملہ کر دیا۔ دوسری طرف خوش قسمتی سے افغان عوام نے کم عرصہ پہلے روسیوں کو شکست دی تھی۔ وہ اب نئے دشمن سے مقابلے کے لیے بھی تیاری ضروری سمجھ رہے تھے۔ البتہ ان کی اصل تیاری ''آسمانی امداد'' پر مکمل یقین رکھنا تھی۔ اس لیے وہ بڑی طاقت امریکا سے مرعوب نہ ہوئے۔ انہوں نے مکمل مردانگی سے چودہ سال تک اس کا مقابلہ کیا۔ اس طویل جنگ میں دشمن کو ایسی شکست دی، جس کی وجہ سے وہ بڑی اور تاریخی ہزیمت سے دوچار ہوا۔ اتحادیوں میں سے اکثر ممالک شکست کھا کر بھاگ گئے۔ جب کہ باقی ''مناسب موقع'' کی تلاش میں ہیں۔ ہم مانتے ہیں اس جنگ نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ مساجد، مدارس، گھر، ہسپتال، تعلیمی ادارے، جناز گاہیں اور شادی کی باراتیں بمباریوں سے محفوظ نہ رہیں۔ ہمارے ہر گھر سے جنازہ اٹھا۔ ہر خاندان کے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوگئیں۔ اس کے برے اثرات مستقبل میں نظر آئیں گے۔ سب سے بڑے نقصان کی بات یہ ہے ہمارا ملک ڈیڑھ عشرے تک مغربی ممالک کے قبضے میں رہا، جس سے فطری طور پر افغان ثقافت کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ ہمارے نوجوانوں اور بچوں میں مغربی مادر پدر آزاد برہنہ ثقافت اور تہذیب کے برے اثرات پیدا ہوئے۔

مغرب نے اپنے اہداف کی خاطر بڑی اور طویل جنگ کے لیے میدان کے طور پر ہمارا چھوٹا اور غریب ملک چُنا تھا۔ لہذا یہ منطقی نتیجہ تھا کہ اس کے نقصانات بھی بہت ہوئے۔ چوں کہ یہ سب اللہ کی رضا کے لیے تھا اور اللہ کے دین پر غیرت کی وجہ سے تھا۔ اس لیے ہمیں اللہ تعالی کی جانب سے آخرت میں بڑے اجر اور دنیا میں اچھے ثمرات ملنے کا یقین ہے۔ لہذا ہم ہر بڑے غم اور دکھ پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ مگر دوسری طرف امریکا اور اس کے اتحادیوں نے جنگ پر جو اربوں ڈالر صرف کیے تھے، نتیجتاً ان کے ہزاروں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جنگ میں شریک تقریبا ہر فوجی ذہنی بیماری میں مبتلا ہوگیا ہے۔ امریکا کے منافقت بھرے چہرے سے پردے اٹھ گئے۔ دنیا پر چھایا ہوا امریکا کا رعب ختم ہوگیا۔ اس کی حیثیت

خاک میں مل گئی۔ اب وہ بار بار طالبان کو مذاکرات کی دعوت دے رہا ہے اور فرار کے مناسب راستے کی تلاش میں ہے۔ اب بات شکست اور فتح کی نہیں، بلکہ آبرومندانہ انخلا کی ہے۔

امریکا چھوٹے سے افغانستان سے شکست کھانا رسوائی کا باعث سمجھتا ہے۔ وہ اس رسوائی سے بچنے کے لیے مختلف طریقوں پر غور کر رہا ہے۔ اس نے تمام طریقوں کی ناکامی کے بعد مجبورا طالبان سے جان خلاصی کے لیے امارت سے مذاکرات کا راستہ اختیار کیا۔ اس میں اپنی کوششیں اَور بھی تیز کر دیں۔ حتی کہ سعودی عرب، چین اور پاکستان جیسے ممالک کو امارت اسلامیہ کے لیے واسطہ بنایا جا رہا ہے کہ وہ طالبان کو مذاکرات کے لیے راضی کریں۔ بہت زیادہ خوشی کا مقام ہے۔ جب امریکا نے امارت اسلامیہ کے مطالبے پر توجہ نہیں دی اور جارحیت کر دی تو امارت اسلامیہ نے پورے ثبات اور استقامت سے کام لیا۔ کبھی مذاکرات کا نام لیا نہ دشمن کے مقابلے میں افراد اور مادی قوت کی کمی کی بات کی۔ دشمن کے مظالم اور وحشتوں کا شکوہ کیا نہ کسی مجاہد نے جیل میں یا جیل سے باہر تنگ آ کر خودکشی کی۔ کوئی مجاہد میدان جنگ میں موت کے خوف سے نفسیاتی بیماری کا شکار ہوا نہ کسی نے یہ کہا اس جنگ سے اب ہم تنگ آ چکے ہیں۔ جب دشمن خود اپنی ہٹ دھرمی سے باز آیا اور خود ہی مذاکرات کا مطالبہ کیا تو امارت اسلامیہ نے بھی پورے وقار اور متانت سے اس بات پر غور کیا۔ آنکھیں بند کر کے یہ مطالبہ تسلیم کیا اور نہ اسے بالکل ہی مسترد کیا، بلکہ دیکھا کہ کس وقت اور کس کے ساتھ مذاکرات مفید ہیں۔ اس کا مثبت جواب دیا گیا۔ جس وقت جس فریق سے مذاکرات کا کوئی فائدہ نظر نہیں آیا تو اسے وہیں ختم کر دیا۔ اس لیے امارت اسلامیہ پر یہ اعتراض کرنا کہ کابل انتظامیہ سے پہلے تو مذاکرات نہیں ہو رہے تھے، اب کیوں کر رہے ہیں؟ یہ انتہائی نامعقول بات امارت کی "مذاکرات بارے پالیسی" سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

دشمن کے مقابلے میں بزدلی، دشمن کے سامنے سر جھکانا، عظیم مقاصد کا سودا کرنا اور اپنے مؤقف سے ہٹ جانا قابل اعتراض بات ہے۔ الحمد للہ! اس حوالے سے امارت اسلامیہ کے تمام دشمنوں کے منہ بند ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ امارت اسلامیہ نے اپنے دشمنوں کے مقابلے میں ہار مان لی ہے۔ ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ اپنی منزل کا سودا کیا ہے۔ اپنے مؤقف سے دست بردار ہو گئے ہیں۔

اب پہلے کی نسبت امارت کی دشمن کے خلاف کارروائیاں بہت تیز ہیں۔ دشمن بھی اعتراف کر رہا ہے۔ ملک کے مشرق اور شمال میں پورے پورے صوبے طالبان کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے۔ بڑے بڑے علاقے اور دشمن کے درجنوں فوجی مراکز اور کیمپ فتح ہو گئے ہیں۔ بڑی فتوحات کا مبارک سلسلہ ابھی جاری ہے۔ اس کے باوجود امارت اسلامیہ کی قیادت دشمن سے مذاکرات کے لیے تیار ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے امارت اسلامیہ سب سے بڑھ کر اپنی "قوم" اور "ملک" کی خیر خواہ اور محافظ ہے۔ (مسلمان ایک قوم ہیں۔ عالم اسلام مسلمانوں کا ملک ہے۔) اگر یہ مقاصد خون بہائے بغیر حاصل ہو سکتے ہیں تو امارت بہت شدت سے اسی پر ہی اصرار کرے گی۔ مگر دین، ملت، سرزمین اور عزت کی خاطر رواں جنگ کو جاری رکھنا اس کی شرعی مجبوری ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ یہ جنگ ہماری نفسانی خواہش بھی ہے۔ اتنے بڑے دشمن کے خلاف جنگ جاری رکھنا انتہائی مشقت والا کام ہے۔ اس میں بڑوں اور عام مجاہدین کی بہت زیادہ قربانیاں لگتی ہیں۔ چوں کہ یہ اللہ تعالی کا حکم ہے اور اس کے مقاصد بہت بلند ہے تو یہ ہمارے لیے آسان ہے۔

مختصر یہ کہ امارت اسلامیہ کے لیے دین، بقیہ تمام ملی و ملکی مفادات سمیت ہر چیز سے بڑھ کر عزیز ہے۔ مگر خارجی اور داخلی دشمن اب پوری توجہ پروپیگنڈے کی جانب کیے ہوئے ہے۔ امارت اسلامیہ کے خلاف افغان عوام، بلکہ پورے عالم اسلام کا اعتماد ختم کرنے اور انہیں مایوس کرنے کے لیے بہت زیادہ کوششیں کر رہا ہے۔ اس ہدف کے لیے پوری دنیا کے میڈیا کا استعمال کیا گیا ہے۔ اگر امارت اسلامیہ مذاکرات کو مفید سمجھتی ہے اور مذاکرات کے لیے تیار ہو جاتی ہے تو کہا جاتا ہے:

"طالبان کے مؤقف میں نرمی آ گئی ہے۔ وہ جس چیز سے ہمیشہ انکاری تھے، اب وہی کرنے کو تیار ہیں۔"

اس بات کا مقصد افغان عوام اور مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ ڈالنا ہوتا ہے کہ طالبان اپنے اصولی مؤقف سے ہٹ چکے ہیں۔ اگر امارت مذاکرات روک کر جنگ کو مفید سمجھتی ہے تو میڈیا مختلف ممالک اور ایجنسیوں کے نام لے کر کہتا ہے: "انہوں نے طالبان اور حکومت کے درمیان مذاکرات سبوتاژ کر دیے ہیں۔"

دشمن پروپیگنڈے کے میدان میں بہت کوشش کرتا ہے، مگر الحمد للہ! کامیابی حاصل کی ہے اور نہ حاصل کر سکیں گے۔ جس طرح عسکری میدان میں ناکامی سے دوچار ہوئے ہیں مذاکرات میں بھی ان کی شکست یقینی ہو گی۔ مذاکرات کرنے یا روکنے میں شاید بہت سے لوگوں کے مفادات یا نقصانات ہوں، مگر اب پوری دنیا کے سامنے واضح ہے دشمن کے علاوہ کسی کو بھی نقصان پہنچانا امارت اسلامیہ کی پالیسی نہیں ہے۔ ہمارے چھوٹے بڑے تمام فیصلے صرف اور صرف اپنے دینی اور قومی مفادات کے لیے ہیں۔ ہم کسی کو بھی اجازت نہیں دیتے کہ وہ ہمارے دینی اور قومی مفادات کو نقصان پہنچائے۔

عظیم علمی، جہادی اور روحانی شخصیت

مولوی عبدالہادی اخندزادہ حیات اور خدمات

بشیر ہمدرد

عربی کا مشہور مقولہ ہے: "موت العالم موت العالم"۔ عالِم کی موت عالَم کی موت ہے۔ تجربات نے یہ بات ثابت کر دی ہے ہر آنے والا جانے والے کی جگہ تو لے لیتا ہے، لیکن اس جیسے کمالات نہیں دکھا سکتا۔ اس سلسلے میں ہمارے استاد، مربی اور ملک کی معروف علمی، جہادی، سیاسی اور روحانی شخصیت مولوی عبدالہادی اخندزادہ صاحب رحمہ اللہ بھی انہیں لوگوں کی جماعت میں سے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان جیسی شخصیت پھر کسی قبیلے اور قوم میں صدیوں بعد پیدا ہو گی۔ بلا شک وشبہ ان جیسی صفات اور روحانی خصوصیات آج کل بہت سے مشہور لوگوں میں بھی ناپید نہیں تو نادر و نایاب ضرور ہیں۔ ان کے جہادی اور سیاسی کارناموں پر روشنی ڈالنے سے پہلے ان کی زندگی کے متعلق چند باتیں قارئین کے سامنے پیش کریں گے۔

پیدائش:

افغان تقویم کے مطابق موصوف 1337ھ شمسی سال میں صوبہ پروان ضلع کوہ صافی کے مضافات میں سیاہ سنگ کے علاقے "ملایانو گاؤں" میں علاقے کی مشہور روحانی شخصیت ملا حبیب الرحمان اخندزادہ کے علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ملا حبیب الرحمن اخندزادہ پورے علاقے کے روحانی مرشد سمجھے جاتے تھے۔ بلکہ کوہ صافی سے باہر کئی علاقوں لوگ ان کے عقیدت مند تھے۔

تعلیم:

گھر میں علمی اور دینی ماحول کہ وجہ سے بچپن میں تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ البتہ گھر سے باہر حصولِ علم کے لیے تب سفر اختیار کیا، جب وہ نوجوانی کی دہلیز پر تھے۔ ابتدائی دینی کتابیں والد بزرگوار، بڑے بھائی اور چچا سے پڑھیں۔ مزید پڑھائی کے لیے شمال میں "باغ" کے معروف عالم دین کی درس میں شامل ہوگئے۔

بعد ازاں مولوی اسد اللہ اور مولوی نصر اللہ صاحب کے پاس رہنے لگے۔ اس کے بعد کابل کے علاقے شیوہ کیو میں مشہور مدرس عالم مولوی محمود کی درسگاہ گئے۔ ان سے درسِ نظامی کے تیسرے درجے کی کتابیں پڑھیں۔ پھر مزید علم حاصل کرنے پاکستان چلے گئے۔ وہاں خیبر پختونخوا میں مردان کے ایک مدرسے میں حصول علم میں مشغول ہوگئے۔ اور پھر وہیں سے فارغ ہوئے۔ انہوں نے دورہ حدیث 1366ھ شمسی میں پشاور میں مولانا حسن جان مدنی رحمہ اللہ سے کیا۔

روسی جارحیت کے خلاف جہاد میں شمولیت:

جب آپ حصول علم کے لیے افغانستان سے پاکستان سفر کر رہے تھے، اسی زمانے میں افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب کے خلاف جہاد کا آغاز ہو چکا تھا۔ البتہ جہادی سرگرمیاں خال خال نظر آرہی تھیں۔ کچھ ہی عرصے بعد پورے ملک میں جہادی سرگرمیاں شروع ہوگئیں۔ دینی مدارس سے کئی طلبہ محاذوں پر چلے گئے۔ ان طلبہ میں مولوی صاحب مرحوم بھی تھے۔ انہوں نے پہلے میران شاہ میں عسکری تربیت حاصل کی۔ پھر جہاد کی نیت سے اپنے علاقے کے طلبہ کے ساتھ کوہ صافی چلے گئے۔ جہادی امور کی تنظیم سازی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ یاد رہے کوہ صافی میں جہاد کے آغاز میں مرحوم مولوی صاحب کے علاوہ ان کے بڑے بھائی مولوی عبدالصبور اخندزادہ نے بنیادی اور قائدانہ کردار ادا کیا تھا۔ ان کے بھائی 1365ھ شمسی میں کوہ صافی میں روسیوں کی اچانک کارپٹ بمباری میں کئی مجاہدین سمیت شہید ہوگئے۔ ان کی شہادت کوہ سافی کے لوگوں پر بالعموم اور مولوی صاحب کے خاندان کے لیے بالخصوص ایک بڑا سانحہ اور پریشان کن واقعہ تھا۔ اللہ تعالی نے مولوی صاحب کو تکلیفوں اور مصائب پر صبر کا مضبوط حوصلہ دیا تھا۔ وہ اسی سال موقوف علیہ کے طالب علم تھے۔ انہوں نے کچھ عرصہ بعد پھر سے اپنی

پڑھائی پر توجہ مرکوز کرلی۔ دورہ حدیث کے سال ان کے بڑے بھائی کے جہادی ساتھیوں نے کوشش کی کہ انہیں پھر سے جہادی میدان میں لاکر بڑے بھائی کی شہادت سے بننے والا خلا پر کیا جائے۔ مگر ان کا زیادہ میلان درس و تدریس کی جانب تھا۔ ان سے معذرت کرکے اپنے خاندان سے جہادی خدمت کے لیے بڑے بھائی مولوی عبد الغفار صاحب کو منتخب کیا۔ وہ نہایت ہوشیار، مدبر اور علاقائی سطح پر نمایاں اور مقبول رہنما تھے۔ وہ آخر تک اپنے جہادی مؤقف پر قائم رہے اور جہاد کے اختتام پر اپنے گھر بیٹھ گئے۔ مولوی صاحب کی وفات سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل وہ بھی اس دار فانی سے رحلت فرما گئے تھے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ہجرت:

مولوی صاحب کے خاندان نے 1361ھ شمسی کو افغانستان سے پاکستان ہجرت کی۔۔پہلے کرم ایجنسی کے خواجہ علی اور پھر صوابی کے علاقے میں رہنے لگے۔ وہاں ڈیڑھ سال گزارنے کے بعد کوہاٹ میں غلام بانڈی سافیانو مہاجر کیمپ گئے، جہاں وہ اب تک مقیم ہے۔

تعلیمی وتدریسی زندگی:

پشاور سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد خیبر پختونخوا کوہاٹ میں انصار کی ایک مسجد میں تدریس کرنے لگے۔ ابتدائی درجات سے لے کر ”کافیہ، حسامی اور سُلّم العلوم“ تک کتابیں پڑھانے لگے۔ کوہاٹ ہی میں مختلف مدارس میں انہوں نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ معروف بزرگ عالم دین مفتی فرید صاحب کے خلیفہ مولوی مطیع اللہ شاکر اِن کی تدریسی اور علمی صلاحیت کے متعلق لکھتے ہیں:

”میری ابتدائی تربیت مولوی صاحب مرحوم نے کی ہے۔ ہم نے اس وقت ان سے پڑھنا شروع کیا، جب وہ خود درجہ رابعہ کے طالب علم تھے۔ ہم نے کافیہ تک کی کتابیں ان سے اُس دور میں پڑھیں، جب وہ طالب علم تھے۔ جب وہ فارغ ہوگئے تو کوہاٹ کی ایک مسجد میں پڑھانے لگے۔ مَیں نے پہلے سال ان سے حسامی اور سلم العلوم پڑھیں۔ ان کا طریقہ تدریس بہت عام فہم اور سادہ تھا۔ وہ پہلے سبق کا خلاصہ بتاتے، پھر تفصیل اور کتاب کی عبارت حل کرتے۔ ان کے سبق میں برکت زیادہ تھی۔ ان کی کوشش ہوتی تھی طلبہ کو آسان طریقے سے سمجھایا جائے۔ کبھی بھی پیچیدہ تعبیر استعمال نہ کرتے۔ اس کے علاوہ ہر سال ماہ رمضان میں وہ دورہ تفسیر کراتے۔ مولوی صاحب کامیاب واعظ اور مبلغ بھی تھے۔ ان کا وعظ لوگوں میں بہت پُر اثر ہوتا تھا۔ اسی لیے خواص کے ساتھ ساتھ عوام میں بھی مقبول اور معروف شخص تھے۔

اسلامی تحریک طالبان میں شمولیت:

جب ملک کے جنوبی حصے قندھار میں شر پسند عناصر اور خانہ جنگی کے خلاف امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں کم تعداد میں طلبہ نے شرعی انقلاب کی بنیاد ڈالی تو ملک کے دیگر جید علماء کے ساتھ ساتھ مولوی عبد الہادی اخندزادہ بھی شریک ہوئے۔ صوبہ پروان اور کاپیسا کے علماء و طلبہ کی جانب سے ایک مضبوط اور باأثر سیاسی اور اجتماعی شخصیت کے طور پر ابھرے۔ انہوں نے اسلامی تحریک طالبان کی حمایت کا اعلان کیا۔ خیبر پختونخوا کے سرحدی علاقوں میں بڑے بڑے جلسے منعقد کرائے۔ لوگوں کو اس تحریک کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد صوبہ کاپیسا اور پروان کے علماء اور طلبہ کے ساتھ مل کر پہلے خوست کے راستے لوگر اور پھر قندھار گئے۔ اس سفر سے لوٹنے کے بعد پروان اور کاپیسا کے دیگر 200 مجاہدین کو لے کر چہار آسیاب اور کارتہ سیاہ کے خط اول پر گئے۔ وہاں ملا بورجان شہید اور ملا یار محمد شہید رحمہا اللہ سے ملے۔ یہاں احمد شاہ مسعود نے چال چل کر طالبان کو شدید نقصان پہنچایا، جس کی وجہ سے مجاہدین کو وہ علاقہ عارضی طور پر چھوڑنا پڑا۔ اس واقعے میں طالبان مجاہدین بڑی تعداد میں شہید، زخمی اور قیدی

> طالبان کے لیے کنڑ کو کنٹرول کرنا اور اس پر حکومت قائم رکھنا انتہائی مشکل کام تھا۔ خوش قسمتی سے اللہ تعالی نے مولوی صاحب مرحوم کو مسائل کے حل اور حکومتی معاملات کے نظم ونسق اور افہام وتفہیم کا بہترین ملکہ عطا کیا تھا۔ یہی وجہ تھی انتہائی کم عرصے میں نورستان مرکزی اور شرقی سمیت 18 اضلاع میں امارت اسلامیہ کی حکومت قائم ہوگئی۔ یقینا جنگ کے بغیر کئی اضلاع فتح کرنا آسان نہ تھا، مگر یہ سب اضلاع جنگ کے بغیر کامیاب حکمت عملی، مذاکرات، عوام کو اطمینان دلاکر فتح کیے گئے۔ یہاں تک کہ مرکزی نورستان سے لے کر پنجشیر تک امارت اسلامیہ کی حکومت قائم ہوگئی۔ مشرقی نورستان میں صوبہ بدخشان کی حدود تک تمام علاقے جنگ کے بغیر محض عوام سے افہام وتفہم کے ذریعے فتح ہوئے۔ ان کی تدبیر اور بصیرت کا کمال اور اللہ کی نصرت تھی کہ بڑے علاقے فتح ہوئے اور ایک مجاہد کو ہلکی خراش تک نہ آئی۔

ہوگئے۔ پروان اور کاپیسا کے ساتھیوں میں سے بھی بہت سے قیدی اور زخمی ہوگئے۔ ان زخمیوں میں سے بھی بہت سے مجاہدین دشمن کے ہاتھ لگے۔ بعد ازاں یہ تمام قیدی ہرات میں قیدیوں کے بڑے تبادلے میں رہا ہوگئے تھے۔ اس وقت سے اب تک مولوی صاحب اور ان کے ساتھی منظم اور متحد شکل میں طالبان تحریک میں جہاد، خدمت اور قربانیاں دیتے آرہے ہیں۔ کوئی ایسی جنگ پیش نہیں آئی، جس میں ان کے ساتھیوں نے قربانی نہ دی ہو۔ ان کے ساتھی زخمی اور شہید نہ ہوئے ہوں۔ الحمد للہ! ابھی تک ان کے ساتھی امارت اسلامیہ کی صفوں میں بڑی قربانیاں دیتے آرہے ہیں۔ ان کی شان دار خدمات پر امارت اسلامیہ کی قیادت بجا طور پر فخر کرتی ہے۔

جب قندھار میں 1500 جید علماء اور طلبہ نے اسلامی تحریک کے سربراہ ملا محمد عمر مجاہد کے ہاتھ پر بیعت کی، اس اجتماع میں مولوی صاحب نے پروان اور کاپیسا کے بہت سے علماء کے ہمراہ شرکت کی اور امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب ملک کے جنوبی صوبوں کی فتوحات جاری تھیں، اس کی فتح میں مولوی صاحب اور قاری بریال (کاپیسا میں امارت اسلامیہ کے موجودہ گورنر) کی قیادت میں مجاہدین نے بے انتہا قربانیاں دیں۔ صوبہ کنڑ کی فتح کے بعد ملا بورجان اور ملا محمد ربانی کے مشورے پر عالی قدر امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے صوبہ کنڑ کے معاملات کاپیسا اور پروان کے مجاہدین کے حوالے کردیے۔ مولوی عبدالہادی اخندزادہ کو کنڑ کا گورنر اور قاری بریال کو کنڑ کا پولیس چیف مقرر کیا۔ جب ملا بورجان کنڑ کی فتح مکمل کرکے ننگرہار کی جانب رخ کرنے لگے تو انہوں نے کنڑ کے تمام سول اور عسکری عہدوں کے لیے ذمہ داران کے تعین کا حکم دیا۔ ان کے حکم کے مطابق مولوی صاحب نے تمام انتظامی معاملات پر ذمہ داران کا تعین کیا۔ بہت کم عرصے میں صوبائی سیکرٹریٹ سمیت 18 اضلاع میں حکومتی نظم ونسق بحال کردیا۔ بلدیاتی امور، تعلیمی ادارے، کالج اور مدارس کھولے۔ ٹرانسپورٹ کے معاملات منظم کیے۔ حکومتی ٹیکسوں کا نظام نافذ کیا۔ جنگلات کے خاتمے کی روک تھام کی۔ پاکستان کی جانب لکڑیوں کی غیر قانونی برآمد پر پابندی عائد کردی۔ شاہراہوں اور دروں میں سکیورٹی مضبوط کردی۔ لوگوں کے تحفظ کی خاطر دن رات مجاہدین گشت کرنے لگے۔ جنگ جو عناصر کا اس خطے سے خاتمہ ہوگیا۔ معاشرتی انصاف کا بول بالا ہوا۔ تمام تاجروں نے ایک بار پھر بولدک چمن کے راستے تجارت کا راستہ اختیار کیا۔ اس حوالے سے ان تاجروں کو افغان حکومت اور عوام کے قومی مفادات سمجھائے گئے، جس کے بعد تمام لوگوں نے بولدک کے راستے سامان کی منتقلی کی اس رائے کی حمایت کی۔

کنڑ میں جہادی اور سیاسی کامیابی:

طالبان کے لیے کنڑ کو کنٹرول کرنا اور اس پر حکومت قائم رکھنا انتہائی مشکل کام تھا۔ خوش قسمتی سے اللہ تعالی نے مولوی صاحب مرحوم کو مسائل کے حل اور حکومتی معاملات کے نظم ونسق اور افہام وتفہیم کا بہترین ملکہ عطا کیا تھا۔ یہی وجہ تھی انتہائی کم عرصے میں نورستان مرکزی اور شرقی سمیت 18 اضلاع میں امارت اسلامیہ کی حکومت قائم ہوگئی۔ یقینا جنگ کے بغیر کئی اضلاع فتح کرنا آسان نہ تھا، مگر یہ سب اضلاع جنگ کے بغیر کامیاب حکمت عملی، مذاکرات، عوام کو اطمینان دلاکر فتح کیے گئے۔ یہاں تک کہ مرکزی نورستان سے لے کر پنجشیر تک امارت اسلامیہ کی حکومت قائم ہوگئی۔ مشرقی نورستان میں صوبہ بدخشان کی حدود تک تمام علاقے جنگ کے بغیر محض عوام سے افہام وتفہم کے ذریعے فتح ہوئے۔ ان کی تدبیر اور بصیرت کا کمال اور اللہ کی نصرت تھی کہ بڑے علاقے فتح ہوئے اور ایک مجاہد کو ہلکی خراش تک نہ آئی۔

بیماری اور وفات:

کچھ عرصہ قبل انہیں شوگر اور بلڈ پریشر کی بیماری لاحق ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی صحت ٹھیک نہیں تھی۔ کبھی زبان پر شکوہ نہیں لایا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی نظر بھی کمزور ہوتی چلی گئی۔ آہستہ آہستہ دیگر جسم بھی متاثر ہونے لگا۔ علاج کے لیے خود بھی کوشش کی اور قاری بریال صاحب نے بھی اپنی کوششوں میں بخل سے کام نہیں لیا اور ہمیشہ ان کی خدمت میں رہے۔ وفات سے قبل بہت عرصے تک ان کی صحت کافی ٹھیک تھی۔ نظر بھی کچھ ٹھیک ہوگئی تھی۔ مگر موت کا معین وقت نہیں بدل سکا۔ یہاں ساری تدبیریں ناکام ہوجاتی ہیں۔ بالآخر 30 اکتوبر 2014 کو بروز جمعرات صبح اشراق کی نماز ادا کرنے کے بعد ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ وہ ہمیشہ کے لیے اس فانی دنیا سے منہ موڑ گئے۔ صدقہ جاریہ میں انہوں نے سیکڑوں شاگرد چھوڑے۔ جن میں علماء، طلبہ اور مجاہدین شامل ہیں۔ ان کے جنازے میں عوام کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ان کا جسد خاکی کوہاٹ غلام بانڈی میں مہاجرین کے ایک قبرستان میں دفن کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اشرف غنی اور ان کے جنگی کمانڈرز

سعادت کامران

امریکی پالتو "مفکر" (اشرف غنی) جان کیری کے ایک فیصلے کی بدولت کرسی صدارت پر براجمان ہوئے۔ وہ ایک سال کے طویل عرصے میں بھی کوئی مضبوط ادارہ بنا سکے اور نہ کابینہ کی طرف سے درپیش مسائل پر پیش رفت دیکھنے میں آئی۔ ملک میں حکومت کے خلاف جاری مزاحمت میں کمی بھی نہیں لا سکے، بلکہ موصوف کے عہدہ سنبھالنے کے بعد جہادی کارروائیاں پہلے سے زیادہ شدت اختیار کر گئی ہیں۔ امارت اسلامی کے مجاہدین کے ہاتھوں سیکڑوں چیک پوسٹس اور کئی شہر فتح ہوئے۔ اب بات قندوز کی فتح تک جا پہنچی ہے۔ ان صوبوں اور شہروں میں مجاہدین کو ٹینک، جنگی گاڑیوں سمیت ملنے والا دوسرا اموالِ غنیمت مجاہدین کو دشمن کے خلاف کامیاب کاروائیاں کرنے میں اچھی سہولت دے رہا ہے۔

افغان حکومت کی ناکام رہنمائی، ناکام ادارہ اور مغربی جارحیت پسند مجاہدین سے مفتوحہ علاقے واپس چھیننے میں مکمل طور پر ناکام ہوئے ہیں۔ جس کے بعد کفار اور ان کی معاون افغان کٹھ پتلیوں نے مجاہدین کے خلاف ایسا منفی پروپیگنڈہ کیا، جو ایک مجاہد تو کیا، ایک عام مسلمان کی شان کے بھی خلاف تھا۔ مثال کے طور پر قندوز میں "شہریوں کا قتلِ عام اور ان کے اموال کو لوٹنا یا ان کی عزت و آبرو پر ہاتھ ڈالنا" جیسے پروپیگنڈے کرنا ان لوگوں کے لیے قابلِ قبول نہیں، جو مجاہدین کو قریب سے دیکھ چکے ہیں۔ کچھ ناعاقبت اندیش پھر ایسے ہی مواقع کی تلاش میں ہوتے ہیں اور اسے طالبان کے خلاف ایک ٹرمپ کارڈ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ طالبان وہ لوگ ہیں، جو اسلامی نظام کی حاکمیت چاہتے ہیں اور وہ تمام امور، جو اسلام سے متصادم ہوں، ان کا راستہ روکتے ہیں۔ اس ملک کے ہر شخص کے دفاع کے لیے طالبان اپنے خون کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ طالبان اس قسم کے جرائم کے مرتکب ہوں جن کا پروپیگنڈا میڈیا پر کیا گیا ہے۔

طالبان کے قبضے میں آنے والے صوبہ قندوز کے بارے میں کٹھ پتلی انتظامیہ روزانہ بی بی سی اور وائس آف امریکا کے ذریعے جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے طالبان کی پسپائی کی خبریں دیتے رہے۔ وہ خود کو عام شہری ظاہر کر کے ٹاک شوز میں شریک ہوتے ہیں۔ سابق کمیونسٹ اور موجودہ امریکی کاسہ لیس سیاسی اور "فوجی محققین" کے نام سے میڈیا پر بے معنی تبصروں کا طوفان کھڑا کرتے ہیں، لیکن صبح کو یہ ثابت ہوتا ہے کہ شہر طالبان کے قبضے میں ہے۔ اس شہر پر قبضے کے لیے نہ صرف غیر ملکی جارحیت پسند، بلکہ ان کے کٹھ پتلی جنگجو، غلام ادارے کی پولیس، فوج اور قومی ملیشیا کے اہل کار بھی طالبان کے مدِمقابل تھے، قندوز میں ذلت و رسوائی سے دوچار ہونے کے بعد دشمن کو سرپل، فاریاب، تخار اور بغلان میں بھی کئی اضلاع سے محروم ہونا پڑا۔ دشمن کو بڑے پیمانے پر نقصانات بھی اٹھانا پڑے۔ اس جنگ میں دشمن نے کسی بھی غیر انسانی سلوک سے دریغ نہیں کیا۔ عام شہریوں کے گھروں پر بمباری ہو یا قندوز شہر میں "ڈاکٹرز وِد آؤٹ بارڈرز" کے ہسپتال پر وحشیانہ بمباری، جس کے نتیجے میں درجنوں ڈاکٹرز اور مریض شہید ہوئے یا بدخشان میں مجاہدین کے اجساد کو آگ لگانے کا واقعہ ہو، سب شکست خوردہ دشمن کی کارستانیاں ہیں۔ ہسپتال پر وحشیانہ بمباری کی اس ظالمانہ کاروائی کے ردِعمل میں نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیموں نے صرف مذمت پر اکتفا کیا۔ یہاں تک کہ امریکی فوج کے سربراہ نے میڈیا پر برملا اعلان کیا کہ ہسپتال پر فضائی حملہ افغان حکومت کی ایما پر کیا گیا۔

دشمن کی بوکھلاہٹ کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ میڈیا پر پروپیگنڈہ ہی ان کی آخری مزاحمت ثابت ہوئی۔ بار بار قندوز کے جہادی مسئول مولوی عبدالسلام کی شہادت کی جھوٹی خبریں دیتے رہے۔ کبھی صوبہ بدخشان کے جہادی مسئول مولوی فصیح الدین کی شہادت کی افواہیں پھیلائی گئیں۔ کبھی فاریاب کے جہادی کمانڈروں کی شہادت کی خبریں دیتے رہے۔ حالانکہ مذکورہ تمام مجاہدین بہ قید حیات ہیں۔ (الحمدللہ) بلکہ وہ دشمن کے خلاف جہادی محاذ پر اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ برسرپیکار ہیں۔

امارت اسلامی کے مدبر اور تجربہ کار رہنماؤں کی مؤثر حکمت عملی اور جنگی منصوبہ بندی کے نتیجے میں حکومت اور اس کے بیرونی آقا بوکھلاہٹ کا شکار ہیں۔ رسوائی اور شکست کے نئے ابواب کا اضافہ روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ ایک طرف مجاہدین مسلح جدوجہد میں مصروف ہیں، جب کہ دوسری طرف دعوت و ارشاد کمیشن کے مسئولین افغان نوجوانوں کو مؤثر طریقے سے افغان حکومت سے علیحدہ ہونے کا درس دیتے ہیں۔ مجاہدین کے رہنما حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں سے بھی رابطہ رکھتے ہیں، تاکہ آسانی سے دشمن کی صفوں میں اپنے افراد داخل کر سکیں۔

تحریر: حسن مومند

ملا محمد عمر مجاہد: امت مسلمہ کے لیے کیا کر گذرے؟

جو دن اس تحریر کو لکھنے اور ذمہ داران تک پہنچانے کا تھا وہ تو گذر گیا مگر میں بیچارہ آج ہی شروع کرپایا۔ اس کی وجہ نہ غفلت تھی اور نہ اس سے زیادہ کوئی اور اہم کام تھا۔ لیکن چونکہ یہ تحریر عصر حاضر کی اس عظیم شخصیت کے متعلق تھی جس کے کارنامے رہتی دنیا تک یاد رہیں گے تو ان کے حوالے سے میں اپنے کم تر استعداد، اور کمزور قلم سے کچھ لکھنے کی کوئی جرات نہ کرسکا۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ ہمارا مرتبہ اور درجہ ان سے بہت نیچے ہے۔ اب زمین آسمان کی بلندی کیسے بتاسکے گی اور کیا دوسروں کو سمجھاسکے گی۔

جس شخصیت سے محبت میں بڑی عبادت سمجھتا تھا اور اس محبت پر آج بھی میں فخر کرتا ہوں اور اللہ تعالی سے اس پر اجر کا خواستگار بھی ہوں۔ ایسی شخصیت کی وفات اور ابدی فراق کا دل کو یقین دلانا اور حفظہ اللہ کی جگہ ان کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ لکھنا آسان نہیں ہے۔ دل کا حال صرف اللہ تعالی جانتا ہے۔ جو کچھ دل پر گذرتا ہے وہ تو بیان سے باہر ہے۔ لیکن چونکہ اس حوالے سے کچھ لکھنا بھی عشق کا تقاضا ہے تو میں خود پر فرض اور امیر المومنین رحمہ اللہ کا قرض سمجھتا ہوں اس لیے آج اپنا شکستہ قلم پھر سے سنبھال رہا ہوں۔ اللہ تعالی سے صحیح لکھنے کی توفیق اور اجر مانگتا ہوں۔ یہ کمزور سا ہدیہ امیر المومنین رحمہ اللہ کی مبارک روح کی نذر کرتا ہوں۔

جی ہاں! امیر المومنین! یہ بہت چھوٹا سا تحفہ ہے تم بہت کچھ کے حق دار ہو اور ہم آپ کے بہت زیادہ مقروض ہیں۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد! اسلامی دنیا پر مسلط حکمران سیکولرازم کے سیلاب میں بہہ چکے ہیں۔ پوری اسلامی دنیا میں صرف آپ ہی تھے جو منبر و محراب سے اٹھے تھے۔ اور اللہ نے یہ ہمت دی تھی کہ ایک مسلمان رہنما کی طرح اپنا نظام خالص اسلامی اصولوں کے مطابق بنایا تھا۔ اور سیاست کو بھی پھر سے اسلامی بنا دیا تھا۔ سیاست اور نظام میں سیکولرازم اور دیگر کفری نظریات کی مداخلت رد کردی۔ اور دنیا کو ایک بار پھر یہ ثابت کرکے دیا کہ اگر مسلمان چاہے تو اپنی ذاتی زندگی میں بھی مسلمان ہوسکتا ہے اور معاصر کفری نظریات اور اصولوں سے الگ اپنا نظام اسلامی بنا سکتا ہے۔

ملا محمد عمر مجاہد! ایک سچے مسلمان رہنما کی حیثیت سے کفری دنیا کی ساری قوت سے ایک آپ ہی تھے جو نہ ڈرے۔ عالمی نظام اور اتحادی ممالک کے کفری قوانین سے مرعوب نہ ہوئے۔ بڑے طاغوتی ممالک کے ساتھ کسی کفری، عسکری یا سیاسی معاہدے میں شامل نہ ہوئے۔ نہ مشرق اور مغرب کو اپنے قریب کرنے اور اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے اپنے نظام میں غیروں کے قائم کردہ معیاروں کی رعایت کی۔ نہ کسی کی سیاسی، اقتصادی اور عسکری پابندیوں اور دھمکیوں کے سامنے جھکے۔

یہ سب کچھ سادہ مزاجی یا معاصر دنیا کے سیاسی حالات سے لاعلمی کی بنیاد پر نہیں تھا جس طرح کہ کچھ غیروں کے پلے ہوئے کوتاہ فکر لوگوں کا خیال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ سادہ یا لاعلم نہیں تھے۔ بلکہ وہ ایک سچے مسلمان رہنما تھے جو دینی ہدایات اور تعلیمات سے واقف اور شریعت کے مزاج سے باخبر تھے۔ اسلام کے حقیقی روح سے واقف ایک مضبوط اور شعوری مسلمان تھے۔ جو کسی بھی صورت میں اسلام اور اسلامی سیاست میں پیوندکاری تسلیم کرنے کے حق میں نہ تھے۔

وہ ایک ذمہ دار قابل قدر مسلمان تھے۔ اور ان کا اس بات پر ایمان تھا کہ جس طرح ایک مسلمان کا دین اور عقیدہ اسلامی ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کی سیاست اور اس کا نظام بھی اسلامی ہونا ضروری ہے۔

باوجود اس کے کہ ہمارا معاشرہ مذہبی معاشرہ ہے اور ہر جارحیت پسند قوت سے دفاع اور آزادی میں دینی علماء کا بڑا حصہ ہے۔ مگر سیاست پر سیکولرازم کے عملی تسلط کی وجہ سے کمیونسٹ انتقامیہ سے قبل علماء نظام اور حکومت سے دور تھے۔ عملی سیاست میں

انہیں کوئی کردار نہیں دیا جاتا تھا۔ ملک کے سیاسی، عسکری اور اجتماعی حکومت کے معاملات دین سے بے خبر لوگ یا دین کے باغی اور سرکش سیاست دان، دین دشمن جابر بادشاہ اور غیروں کے غلام لبرل فاشسٹوں کے ہاتھ میں تھے۔

انہیں دین سے باغی اور حکام نے ملک میں ایسا نظام اور ایسے قوانین بنائے جس کے ذریعے مسلمان عوام کو ذلت، سیاسی استبداد، معاشرتی بے انصافی اور اجتماعی فسادات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس خوف سے کہ کہیں ان کے خود ساختہ قوانین کا زوال نہ ہو جائے، اسلام اور حاکمیت کا راستہ رک جائے، علماء اور دیندار عوام کے خلاف غیر اعلانیہ خفیہ جنگ جاری رکھی اور ہمیشہ انہیں دباؤ میں رکھا۔ جس کے نتیجے میں علماء اور دینی حاکمیت کے لیے تیار اور ذمہ دار لوگ نظام اور حکومت سے دور اور سیاسی معاملات سے بے بہرہ اور کورے ہوگئے۔

یہ حالات نہ صرف افغانستان بلکہ پوری اسلامی دنیا پر رہے اور اسلامی جماعتوں نے ان حالات سے عوام کو نکالنے کے لیے کوششیں بھی کیں۔ مگر چونکہ یہ کوششیں خالص اسلامی انقلابی اقدامات اور جہادی سٹریٹجی کے ذریعے نہ تھے اس لیے اس میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کرسکے۔ اور کچھ لوگ تو جمہوریت کے ساتھ مختلف شکلوں میں جڑنے لگے، خود اقتدار کے مختلف گوشوں میں جگہ بنائی اور افسوس یہ ہے کہ اسی کو اپنے ہدف میں کامیابی سمجھا گیا۔

مگر عظیم فراست کے مالک اور اللہ تعالی کی ذات پر متوکل ملا محمد عمر مجاہد نے ایسا نہیں کیا۔ سیکولرازم کے بے دینی پر قائم تمام اصول رد کردیے۔ شرعی رہنمائی اور فطرت کے اصولوں کے مطابق نظام اور سیاسی معاملات کی باگ ڈور پھر سے علماء، مجاہدین اور دیندار لوگوں کے ہاتھ میں دے دی۔ اور نظام کو دین دشمن عناصر سے پاک کردیا جس معاشرے میں لوگ کہتے تھے کہ "ملا حکومت کے طریقے کیا جانتا ہے"۔ اسی معاشرے میں ملا محمد عمر مجاہد نے ملا اور مجاہد کو وزیر اعظم، صدر، گورنر، وزیر، ضلعی گورنر، پولیس سربراہ، قاضی، اناڑی جنرل، سیاستدان، سفارت کار، صحافی، ادیب اور مبصر بنادیا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ملا اور معاشرے کے درمیان ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے ایسا جوڑا کہ اسے توڑنے میں دنیا کی کوئی قوت اس میں کامیاب نہ ہوسکی اگرچہ انہوں نے اپنے تمام تر وسائل اس راہ میں استعمال کیے۔

اسی مضبوط رابطے کی برکت سے عالمی کفر شکست کھا گیا۔ ملا اور طالب عالم قوتوں کے خلاف برسرپیکار ہے اور نہ صرف عوام بلکہ پوری امت ان کے پشت پر ہے۔ یہ ملا محمد عمر مجاہد ہی تھے جنہوں نے سیاسی، فکری اور عسکری لحاظ امریکا اور دیگر مغربی ممالک کے مفادات کے تحت بننے والی یک قطبی دنیا کو پھر سے ایسے دو قطبوں میں تقسیم کرڈالا جس کا ایک قطب پورے مغربی اتحاد اور سیکولر نظریات سے بنا ہے اور دوسرے قطب پر سیدھا سادہ مجاہد، غریب ملا اور اس کی فکر کھڑی ہے۔

ملا کے اس فکر نے پوری دنیا میں ایسے ذمہ دار مسلمان، مجاہد نسل اور جہادی تیوری سامنے لائی جس نے پوری کفری دنیا کو گھبراہٹ کا شکار کردیا۔ بڑی عسکری قوتوں کو چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اب یہ ایسی قوت بننے والی ہے جس کا مقابلہ پوری دنیا نہیں کرسکتی۔

یہ سب کچھ ان کے ہاتھوں حادثاتی طور پر ظہور نہیں ہوا بلکہ یہ سب کچھ کرنے کے لیے ان کے عزائم تھے۔ مسلمانوں نے طویل عرصے سے ایسے ایک سچے اور حقیقی مسلمان حاکم کا نمونہ نہیں دیکھا۔ طویل مدت سے خاندانی موروثیت، فوجی بغاوت، غیروں کے مسلط کردہ حکام یا مغربی جمہوریت کے انتخابات کے ذریعے اقتدار تک پہنچے۔ اسلامی دنیا کے تمام تر حکام مشرق یا مغرب کے ایسے فکری غلام تھے جنہوں نے اپنی سیاست اور اقتصادی نظاموں کو سرمایہ داریت یا اشتراکی نظام کے تابع کررکھا تھا۔ دین کا کوئی التزام نہیں تھا۔ مسلمانوں کی طرح ان کی ظاہری وضع قطع بھی محکوم اقوام کو دھوکہ دینے کے لیے تھا۔

فکری لحاظ سے اسلامی دنیا کے یہ سیکولر حکام اپنے مفادات اور قوت کی بقا اور دوام کے لیے ہر کام جائز سمجھتے، ان کی شکل وصورت مسلمانوں والے نہیں تھے اور عمل میں بھی کفار سے زیادہ کفر کے وفادار ہوتے اور پوری طرح سے غیروں کی ثقافت کے آئینہ دار ہوتے مگر موجودہ زمانے کے حکام کے برعکس ملا محمد مجاہد ایک سچے مسلمان حاکم کا نمونہ تھے۔ شکل وصورت کے اعتبار سے شریعت اور افغان روایات پر پورے اترتے تھے۔ وہ فکری اعتبار سے کسی غیر نظام قطب سے بندھے ہوئے نہیں تھے۔ بلکہ قوم کے درمیان میں مسجد اور محراب سے اٹھنے والے ایک دیندار اور باشرع شخص تھے۔ شریعت سے واقف، دین کے تقاضوں اور روح سے واقف اور شریعت کے نفاذ کے لیے تیار رہتا تھے۔

باوجود اس کے کہ ملا محمد عمر مجاہد ایک مثالی قومی رہنما تھے۔ مگر کبھی وہ اپنی اس قوت پر غرور کا شکار نہیں ہوئے۔ نہ دنیا کے ڈیکٹیٹرز کی طرح سارے فیصلے خود ہی کیے۔ وہ ایک متواضع اور انکساری پسند رہنما اور حاکم تھے۔ ہر وقت اپنے فیصلے علماء شریعت سے پوچھ کر اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ کرکے اس پر عمل درآمد کرتے۔ تمام اہم فیصلوں کے لیے ہفتے میں ایک بار انہیں رہنماؤں اور علماء سے مشاورت کرتے۔

ملا محمد عمر مجاہد اسلامی دنیا کے موجودہ دیگر حکام اور سیاستدانوں کی طرح فریب سے

بھرپور معاصر مغربی سیاسی فلسفے اور مکار سیاسی فلاسفروں کے نظریات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اور یہی ان کے اسلامی افکار اور خالص اسلامی سیاست کا راز تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق، فاروق اعظم، علی المرتضی، عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالی عنہم اور دیگر اسلاف کا راستہ ہی ان کے عقیدے اور سیاسی افکار کا اصل منبع تھا۔ اور ان کے سادہ مگر پختہ اور خالص افکار ہی ان کی پالیسی اور روڈ میپ تھے۔ اور اسی لیے آخری سانس تک شریعت کے التزام کو ساری دنیا اور دنیا کے لوگوں اور ان کے فرمائشات پر ترجیح دی۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نے طالبان تحریک کے نام سے جس تحریک کی بنیاد رکھی اور تقریباً دو عشروں تک اس تحریک اور افغانستان میں قائم امارت کی قیادت کی۔ اس تحریک نے انتہائی مایوسی اور مشکلات کی حالت میں مسلمانوں کی وہ بے مثال خدمت کی جس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتے۔

جارحیت پسند روسیوں کے خلاف ہونے والے جہاد اور ہجرت میں افغانوں نے شدید مشکلات برداشت کیں۔ بڑی قربانیاں دیں ڈیڑھ ملین افغان عوام شہید ہوگئے اور تمام مسلمانوں کی امیدوں کے مطابق یہاں انصاف اور امن سے بھرپور خالص اسلامی نظام نافذ ہونے لگا۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے سرکش لوگوں نے ان بڑی قربانیوں کو نہیں دیکھا۔ جہاد کے مقاصد مدنظر نہ رہے اور وہی کچھ کیا جو عالمی کفر چاہتا تھا۔ اقتدار کی خاطر چند حریص لوگوں کے آپس کے اختلافات اور اس کے نتیجے میں دارالحکومت اور ملک کے کونے کونے میں ہونے والی جنگوں کی وجہ سے نظام قائم نہ ہوسکا بلکہ مسلمانوں کا قتل عام ہوگیا۔ گھر کھنڈرات میں بدل گئے۔ کابل کے شہریوں سمیت ملک بھر سے لاکھوں ہم وطن ملک اندر اور بیرون ملک ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اس غریب قوم پر شر وفساد سے بھرپور ایسا دور آیا کہ حکومتی نظم ونسق بالکل ختم ہو کر رہ گیا۔ ملک پر طوائف الملوکی کا راج قائم ہوگیا۔ ہر طاقتور اپنے زیر قبضہ علاقے کا حکمران بن گیا۔ ہر دو شہروں کے بیچ سڑکوں پر چوروں اور ڈاکوؤں کے سینکڑوں ناکے بن گئے۔ افغان عوام صحت اور تعلیم سمیت زندگی کی تمام سہولتوں سے بے بہرہ ہوگئے اور کسی کی جان، مال اور عزت محفوظ نہ رہی۔

افغانستان میں جہادی گروپوں کی خطرناک خانہ جنگی کے باعث جہاد کی عظمت لوگوں کے دلوں میں کم ہوگئی۔ اس بڑے، کامیاب اور تاریخی جہاد کو کمیونسٹوں اور نیشنلسٹوں نے فساد کا نام دیا۔ عام ذہنیت کافی حد تک ان سے متاثر ہوگئی۔ اسلام کا ذمہ دار تمام تر حلقہ اور مجاہدین دنیا بھر میں ایک ناکام گروپ کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔

افغانستان میں روسیوں کی شکست کے بعد لوگوں کو یقین ہوچکا تھا کہ دنیا میں قائم تمام تھیوریاں، فلسفے اور گروہ شکست کھاچکے ہیں۔ دنیا پر حاکمیت کی باری اب اسلام کی ہے اور یہ پورے انسانی معاشرے کو تحفظ دے گا۔

مگر بدقسمتی یہ ہے کہ جب یہ تنظیمیں آپس میں لڑ پڑیں تو اسلامی نظام کے نام سے ایسا نظام سامنے آیا کہ لوگ اس کے اس کے علاوہ ہر دوسرے نظام کو پسند کرنے لگے۔

یہ حالت دن بدن بدتر ہوتی جارہی تھی افغان عوام ایسے سٹیج پر پہنچ چکے تھے کہ اس کے بعد افغان عوام کے اتحاد کی امید رکھنا بھی فضول تھا۔ صلح کی تمام امیدیں دم توڑ چکی تھیں۔ اس لیے دشمن نے سوچا کہ اب یہ لوگ مکمل طور پر ختم ہونے کو ہیں یہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

یہ وہ وقت تھا جب افغانستان کو تقسیم کا خطرہ درپیش تھا اور دشمن دنیا اس لمحے کا انتظار کررہی تھی۔ اور کیوں نہ ہوتا کیوں کہ جنگ میں شریک کچھ ایسے ناپاک چہرے بھی تھے جو انتہائی ہٹ دھرمی سے ملک کی تقسیم کے حق میں تھے۔ اور یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ محدود حلقے میں سہی مگر اس جیسے لوگوں کو حکومت تو مل ہی جائے گی۔

وہ دنیا جسے افغانوں نے روسیوں کے شر سے نجات دلائی تھی اس میں ایک ملک بھی ایسا نہ تھا جو اس لمحے افغانوں کی مدد کرتا اور اس بری حالت سے انہیں نجات دلاتا اور انہیں اس جنگ سے نکالنے کے لیے کوئی اقدام کرتا

چونکہ کامیاب اور فاتح جہاد کے ثمرات اور نتائج ضائع ہورہے تھے تو دنیا بھر کے مخلص مسلمان ان حالات سے شدید پریشان اور متفکر تھے۔ کیوں محض افغانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے مفاد میں تھا کہ افغان جہاد کے نتائج کا تحفظ کیا جائے اور ثمرات محفوظ کیے جائیں۔ روسیوں کی شکست کے بعد کچھ رہنما آپس میں لڑ پڑے دنیا بھر کے بڑے بڑے علماء، دعات اور خیر خواہ ان کی مصالحت کے لیے سرگرم ہوگئے۔ اس راہ میں انہوں نے بہت تکالیف اٹھائیں مگر جنگ میں مصروف فریقوں نے جنگ نہ روکی اور نہ جہاد کے ثمرات اور امت مسلمہ کے اجتماعی مفادات کے تحفظ کی خاطر کوئی مثبت اقدام کیا۔

ہر طرف سے مایوسی طاری تھی اور غریب عوام کو کوئی بھی ایسا شخص نظر نہیں آرہا تھا جس کی جانب امید کی نظریں اٹھتیں۔ اور نہ ایک فیصد کسی کو یہ امید تھی کہ کسی دن اس عظیم مصیبت سے نکل جائیں گے۔ اور اس ملک میں امن، استحکام، حکومتی نظم وضبط اور نظام پھر سے وجود میں آجائے گا۔ ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی تھی۔

امیر المومنین نے مایوسی کی اس شدید حالت میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس

بڑے شر اور فساد کے خلاف ایک گاؤں تلوار ہاتھ میں لے کر میدان میں نکلے۔ وہ جو ایک عظیم فراست کے مالک تھے، ملک اور ملت کے عظیم غمخوار، سچے مدبر، ہمت کے پہاڑ اور جرات، حریت اور قربانی کی علامت تھے۔ ان کی چھوٹی سی جماعت کو اللہ تعالی نے مختصر سے عرصے میں قندہار میں بڑی کامیابی عطا کی تو افغانستان کے تمام حقانی علماء اور دینی مدارس کے طلبہ ان سے مل گئے۔ طالبان کی تحریک انہیں سے بنی جس کی پشت پر پوری مجاہد قوم کھڑی ہوگئی اور ان کا ہر منحوس منصوبہ خاک ہوگیا۔ ہر بری امید پیچھے دھکیل دی۔ ہر بری نظر جڑ سے اکھیڑ دی اور ہر ناپاک ارادہ ابتدا ہی میں ناکام بنادیا۔

اس لیے یہ بات شک سے بالاتر ہے کہ پوری دنیا میں سچا جہادی جذبہ، اسلامی سیاست کی بیرونی اور اندرونی حقیقی شکل اور اصل اسلامی حکمرانی پھر سے حقیقی معنوں میں انہوں نے ہی زندہ کی اس لیے وہ اس بات کے حقدار ہیں کہ انہیں عملی جہاد، عملی اسلامی سیاست اور حقیقی اسلامی حاکمیت میں انہیں اس زمانے کا مجدد کہا جائے۔

انہوں نے جہادی تنظیموں میں تقسیم شدہ حقیقی مجاہدین کو ایک صف میں متحد کیا اور انہیں ایسے اصول دیے کہ جن میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ سوویت یونین کی شکست کے بعد ملک میں قومیت، علاقائیت اور لسانیت کے نام پر جو آگ جلائی گئی تھی وہ سب بجھا دیے تھے۔ اور تمام افغان عوام جس قوم سے بھی ان کا تعلق تھا جو زبان بھی وہ بولتے شمال کے تھے یا جنوب کے، مشرق کے تھے یا مغرب کے امارت اسلامیہ کے ایک پرچم تلے جمع اور غیروں کے اشاروں، بغض، حسد اور دشمنیوں کی بنیاد ہمیشہ کے لیے ختم کردی۔ اسی واحد صف کی وحدت کی برکت سے مسلمان سرخرو ہوئے۔ جہاد کامیاب ہوا اور دنیا کی بڑی طاقتوں سے تشکیل شدہ بڑا صلیبی اتحاد شکست کی سرحد تک جا پہنچا اور ایک صف میں کھڑے یہ مجاہدین دنیا بھر کے مسلمانون کے قائد بن گئے۔

ملک پر لسانیت، علاقائیت اور قومی تعصبات کے پھیلے ہوئے اندھیرے دینی اور قومی اتحاد کی ضیاپاش کرنوں سے دوشنبے اور تہران تک دھکیل دیے۔ افغانستان کی تقسیم کی ہر سازش ختم کردی۔ اور قوم کو عقیدے کی ایسی رسی میں پرو کر متحد کردیا جو کبھی نہ کھل سکے گی اور کسی کے کاٹنے سے کٹ سکے گی۔

اقتدار اور ڈالر کے بھوکوں نے کل ایک بار پھر جو تقسیم کی لے اٹھائی اور ایک بار پھر تقسیم کی بات شروع ہوگئی مگر کیسے ہوسکتا ہے کہ قوم نے بالاتفاق تقسیم کاروں کی تمام سازشیں عملی طور پر ختم کردیں اور ملک کے طول و عرض میں ہر زبان، ہر قوم، ہر خطے سے تعلق رکھنے والے مجاہدین ایک مضبوط اور واحد اطاعت سے بندھ گئے۔ امارت اسلامیہ کی اطاعت میں دشمن کے خلاف پوری بہادری سے لڑ رہے ہیں اور بڑے بڑے علاقے، پورے پورے اضلاع دشمن کے قبضے سے آزاد کررہے ہیں۔ بڑے اڈے اور فوجی مراکز ان سے چھین رہے ہیں۔

افغانوں نے صرف اس وقت اپنی تاریخ، اقدار اور مقام کا تحفظ کیا ہے جب انہوں نے اپنی قومی وحدت کا مظاہرہ کیا ہے اور ہاتھوں میں ہاتھ دے کر یکجہتی دکھائی ہے۔ اتفاق اور اتحاد نہ ہو تو تاریخ افغانوں کے حوالے سے جنگجو کمانڈروں اور بھانک مافیا کے قصے ہی لکھتی ہے۔ تنظیمی جھگڑوں، رقص مردہ اور اپنے عفتوں کے تحفظ کے لیے کابل شہر کے بیچوں بیچ تیسری اور چوتھی منزل سے زمین پر کود جانے والی عفیف بہنوں اور عصمتوں کے لوٹنے والوں کی وہ داستانیں تاریخ میں محفوظ ہیں کہ کمزور دل کا آدمی اسے پڑھنے سے بھی قاصر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کے فضل واحسان اور پھر ملا محمد عمر مجاہد کی تحریک نہ ہوتی تو آج نہ متحد افغانستان ہوتا نہ یہاں اس طرح کے مجاہدین ہوتے۔ نہ امریکا اور ناٹو شکست کھاتے، نہ عوام میں آزادی کا یہ جذبہ ہوتا۔ نہ دنیا میں ہمارے جہاد اور سربلندی کا جھنڈا بلند ہوتا۔ اگر ملا محمد عمر مجاہد نے امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جہاد کا جھنڈا نہ اٹھایا ہوتا تو ہمیشہ کے لیے کمیونسٹوں کے طعنے سننے کو ملتے۔

ملا محمد عمر مجاہد سچے مسلمان متوکل حاکم اور محمود غزنوی کے حقیقی وارث تھے جنہوں نے بامیان میں بدھا کے مجسمے گرا کر شرک کے بتکدے اور بیرونی لوگوں کے فحاشی کے اڈے انتہائی جرات سے ختم کرڈالے۔ ان بتوں کو باقی رکھنے کے لیے نہ کسی سے روپیہ پیسہ قبول کیا اور نہ مسلمانوں کا یہ جری رہنما کسی ملک کی سازش یا دھمکی کے دباو میں آیا۔

وہ فکری اعتبار سے اسلامی معنی میں امت کی وحدت پر یقین رکھتے تھے۔ اپنی استطاعت کی حد تک امت کے عملی اتحاد کے لیے کوششیں کیں۔ انہوں نے بہت سی جہادی تنظیموں اور بڑی شخصیات کو اپنے نظام کی گود میں جگہ دی۔ اسی غریبی کے دنوں میں انہیں ضروریات اور وسائل مہیا کیے۔ اور ان کے مہاجرین کے لیے باعزت زندگی کے وسائل برابر کیے۔ اس راہ میں انہوں نے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کی۔ اگرچہ اس کے لیے انہیں مہنگی ترین قیمت چکانی پڑی۔

وہ مسلمانوں کے اتحاد کے لیے اور بھی بہت کچھ کرتے اگر انکا نظام باقی رہتا۔ باقی دنیا کے مسلمان ان کے اسی ارادے سے واقف تھے اسی لیے تو انہیں اپنا امیر اور رہبر مانتے تھے۔

وہ واقعتا مسلمانوں کے قدردان حاکم تھے۔ انہوں نے دنیا کو دکھادیا کہ ایک مسلمان کتنا قابل قدر ہے؟ انہوں نے ایک عرب مسلمان مجاہد شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ پر

مکمل غیرت اور شجاعت کا مظاہرہ کیا اور اس حوالے سے دنیا کے کسی قسم کے دباؤ کے آگے جھکے نہیں۔ امریکی فرعونیت کو قطعی منفی جواب دیا۔ اپنا اقتدار قربان کر دیا مگر اسلام کے اصولوں سے دستبردار نہ ہوا۔

وہ مغربی سپر طاقتوں سے ڈرتا نہیں تھا۔ مسلمانوں کی غیرت کی بات آئی تو انہوں نے قریب ترین مشرقی سپر طاقت روس کی بھی کوئی پروا نہیں کی۔ اور جب چیچنیا مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوا تو یہ چیچنیا کی اسلامی حکومت کو باقاعدہ تسلیم کیا۔ یہ وہ تاریخ ساز کارنامہ تھا جس کی وجہ سے قفقاز کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کے مسلمانوں میں جہاد جذبات بیدار ہو گئے اور ان میں جہادی تحریکوں اور آزادی کی روح جاگنے لگی۔

اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جہاد اور افغانی تاریخ کے عظمت کا وارث جب اپنے طلبہ ساتھیوں اور علماء کے ساتھ مل کر تلوار لے کر نکلا تو بس جیسے چمن کو مالی مل گیا۔ خزاں آلود چہروں پر تازگی پھیل گئی۔ پھر سے امیدوں کی کلیاں کھلنے لگیں۔ جہاد کا نام اور مقام پھر زندہ ہو گیا۔ بلالی اذان کی گونج سے افق جاگنے لگے۔ ممبر اور محراب کی آواز نے پھر سے اثر دکھایا۔ دینی ہدایات کی پیروی عام ہو گئی۔ اسلامی شعائر کی قدر دانی شروع ہو گئی۔ اسلام، ملت، سرزمین اور ناموس کے دفاع کی خاطر جان دینے والے سروں کو عزت ملنے لگی۔ اسلام کی حاکمیت کی غرض سے دنیا سے جانے والی روحوں کو عزت ملی اور ان سروں کو قیمت مل گئی جو شریعت کے نفاذ کی کوشش میں تنوں سے جدا ہو گئے۔

افغانستان میں اسلامی نظام قائم کیا جو پوری امت مسلمہ کی خواہش تھی۔ انہوں نے دنیا کو دکھا دیا کہ جس نظام کی خاطر ہم نے قربانیاں دی ہیں اس کے قیام پر ہم قادر بھی ہیں۔ اور اس راہ میں کسی کو رکاوٹ بننے نہیں دیں گے۔

جی ہاں! بڑی قربانیوں کے بعد گذشتہ جہاد کے ثمرات سامنے آئے۔ اور اس مظلوم قوم کو امن اور سکون سے بھرپور ایسا نظام میسر آیا کہ پوری زندگی افغانوں کو اپنی جان، مال اور عزت کے تحفظ کا اس قدر احساس نہیں ہوا ہوگا جتنا اس نظام میں ہوا۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ ہر قوم سے زیادہ ہمارے پاس بہت سے بہادر اور نامور سپوت ہیں۔ اور ہر ایک اپنی ذات میں بہادری جرأت اور طاقت کی ایک مثال ہے۔ مگر انصاف سے دیکھا جائے ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ ہماری تاریخ کے سب سے بہادر سپوت ہیں جن کی شجاعت کے کارنامے سبھی سے زیادہ ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خاتمے کے لیے امریکا کی قیادت میں بننے والا بڑا صلیبی اتحاد انسانی تاریخ کا سب سے بڑا تھا جس کا مقابلہ کرنے کے لیے دنیا کی کوئی قوت آگے آنے کو تیار نہیں تھی۔ مگر ایک ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے اکیلے ہوتے ہوئے بھی مقابلے میں استقامت کا پہاڑ بن کر کھڑے ہو گئے۔ اور اس اتحاد کو شکست سے دوچار کرنے تک اس جہاد کی قیادت کی۔ یقیناً یہ عالمی سطح کا ایک کارنامہ ہے۔

دنیا کی تاریخ میں سب سے بڑی اور مادی اور عسکری قوتوں کا سب سے بڑا اتحاد جب وسائل کے اعتبار سے انتہائی کمزور اور تعداد میں بہت کم ہمارے مجاہدین سے مقابلے میں شکست کھا گیا۔ یہ ہمارے لیے انتہائی فخر کی بات ہے۔ اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے یا اس کی ناقدری کرتا ہے اور یا اپنے اس قابل فخر کارنامے کو دوسروں سے منسوب کرتا ہے یہ اپنی تاریخ سے ایسی ناقابل تلافی جفاکاری ہوگی جسے قوم کبھی بھی معاف نہیں کرے گی۔

اس فاتح لشکر کا سالار جو اتنی بڑی شخصیت ہے کہ پوری اسلامی دنیا کے علماء حقانی، دانشور، جہادی قائدین، عام مجاہدین اور تمام مسلمانوں اسے اپنا ہیرو سمجھتے ہیں۔ دیانت، عظمت، شجاعت، متانت، بصیرت اور کرامت کو سلام پیش کرتے ہیں۔ اور عقیدت سے بھرپور انتہائی اعلیٰ الفاظ میں ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اب یہ وہ وقت ہے جب ہمیں اپنے آپس کی چھوٹی باتوں پر اختلاف بھلا دیں۔ اور جس طرح اسلامی دنیا چاہتی ہے اسی طرح اس اتحاد واتفاق کو ملک سے باہر نکال کر عالمی کر دیا جائے۔

جی ہاں وہ عالمی شخصیت ہے اور تاریخ اسے عالمی شخصیت ہی یاد کرے گی۔ جس مزاحمتی تحریک میں امریکا اور اس کے اتحادی شکست کھا گئے اور دنیا ان کے شر سے محفوظ ہو گئی۔ اس تحریک کی قیادت ملا محمد عمر مجاہد کے ہاتھ میں تھی تو وہ یقیناً اس کے حق دار ہیں کہ پوری دنیا انہیں پہچان لے۔

احمد شاہ ابدالی، محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، میرویس نیکہ افغان تھے مگر پوری دنیا مانتی ہے کہ ان کی تاریخی حیثیت عالمی تھی۔ دنیا کی تاریخ میں عالیقدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد بھی استقامت، حق پرستی، خدا پرستی، بہادری، دیانت داری، ایفاء عہد، شریعت پر عمل کے التزام اور رحم دلی میں سب سے آگے تھے۔ امت مسلمہ سے ہمدردی، انسانیت دوستی، دشمن کے مقابلے میں عزم متین اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل ایسے زرین ابواب رقم کر کے آئندہ تاریخ میں اپنے لیے بہت بڑی جگہ بنا دی۔ جنہیں عالمی سطح پر بڑے مسلمان فاتحین کی طرح مسلمان عوام قیامت تک اس پر فخر کرتے رہیں گے۔

یہ کارنامے اتنے بڑے اور زیادہ ہیں جس کے متعلق خدشہ ہے کہ تاریخ میں لکھی ہوئی اکثر چیزوں کو آئندہ نسلیں مبالغہ یا خیالی قصے سمجھنے لگے۔ کیوں کہ اس قدر زیادہ

کارنامے عموماً ایک انسان میں ناممکن ہوتے ہیں۔ مگر وہ ایک عام آدمی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عظمت اور کرامت سے نوازا تھا۔ اور واقعیت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری خوبیاں، یہ سارے کارنامے ان کی ذات میں ہی جمع کر رکھے تھے۔

اس لیے محترم افغان مومن عوام، لکھاریوں، محققین، ادیبوں اور اسلامی فکری محاذ پر مورچہ زن علماء اور عام مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ علاقائی، قومی، تنظیمی، لسانی اور دیگر تعصبات سے بالاتر ہو کر دیکھیں۔ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی شخصیت کے حوالے سے انصاف سے کام لیں۔ اس عظیم شخصیت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کر کے اور ان کی اسلامی فکر کی ان کی سیاست پر اثرات نمایاں کریں۔ اپنی ثقافتی اور تاریخی ذمہ داری ادا کریں۔ اس عظیم شخصیت کی تاریخ کی تدوین کریں اس سے پہلے کہ مغربی اسلام دشمن ادارے، شخصیات اور کفر کے غلاموں کی جانب سے تحریف شدہ شکل میں دنیا کے سامنے آئے۔

امیر المومنین کی وفات یقیناً بہت بڑا حادثہ ہے۔ مگر طبعی غم کے ساتھ ساتھ اطمینان اور خوشی سے بھرپور ایک بات ہے کہ امیر المومنین وفا پا گئے مگر جارحیت سے پہلے یا بعد ایک لمحے کے لیے بھی طاغوت کے سامنے جھکے نہیں۔ نہ اپنی زندگی میں ایسا کوئی کام کیا جس سے افغانوں کی آئندہ نسلوں کو شرمندہ ہونا پڑا۔ ان کی ہر بات اور ہر قدم تاریخ ساز رہا۔

کفری تو کفری دنیا اسلامی دنیا پر مسلط تقریباً تمام حکمران تاریخ میں شرمناک باب کا حصہ ہیں۔ اس لیے امیر المومنین کا تاریخ ساز کردار لے کر دنیا سے جانا امت مسلمہ کے لیے فخر کی بات ہے۔

امیر المومنین رحمہ اللہ کے حوالے سے دشمن کی ناکامی بھی مجاہد عوام اور پوری امت مسلمہ کے لیے اطمینان کی بات ہے۔

ہاں وہ جو ایک دن کے لیے ملک سے باہر نہیں گیا مگر پھر بھی داخلی اور خارجی دشمن کی تمام کوششوں کے باوجود وہ نہ زندہ پکڑنے میں کامیاب ہوئے اور نہ شہید کرنے میں۔ دشمن کی اس ناکامی اور مسلمانوں کی اس عظیم غم سے حفاظت خوشی کی بات ہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ان کے لیے طویل زندگی کی دعا سے پہلے دشمن کے ہاتھوں سے حفاظت کی دعا کرتے تھے۔ دشمن کے ہاتھوں ان کی شہادت یا زندہ گرفتاری امت مسلمہ کے لیے بہت ہی ناقابل برداشت بات تھی۔ قوم کو تشویش بھی اسی بات کی رہی۔ اس لیے جہاں پوری قوم ان کی وفات پر افسردہ ہے وہاں دشمن سے حفاظت پر سب خوش ہیں۔

★★★

بقیہ از:
غزنی جیل پر حملے کے متعلق صوبائی ذمہ دار سے گفتگو

اس کے علاوہ گزشتہ چند ماہ میں گیلان، آب بند، قرہ باغ، انڈڑ اور دہیک میں دشمن کی بہت سی چیک پوسٹیں بھی فتح ہو گئیں۔ جن میں سے قرہ باغ کے شاغلو کا اہم کیمپ بھی ہے۔ انڈڑ میں اربکیوں کے اہم رہنما مارے گئے، اب ان کی قوت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ غزنی شہر میں 45 ٹارگٹ حملے ہوئے، جس میں دشمن کے اہم افراد مارے گئے۔ ان تمام کاروائیوں میں دشمن سے بڑی مقدار میں اہم وسائل اور اسلحہ غنیمت میں ملا۔ اسی طرح گزشتہ موسم بہار کے بعد سے اب تک چند ماہ کے دوران غزنی کے مختلف علاقوں میں دشمن فوج کے 120 اہل کار زمینی حقائق سمجھنے کے بعد دشمن کی صف سے الگ ہو گئے۔ دعوت وارشاد کمیشن کے سامنے اپنی ندامت کا اظہار کرنے کے بعد انہیں ضمانتی کارڈ فراہم کیے گئے۔ اس طرح انہیں طالبان کی جانب سے مکمل امن فراہم کیا گیا۔

سوال: آخر میں میگزین کے توسط سے قارئین کے لیے کوئی پیغام دینا چاہیں؟

جواب: مجاہدین کے لیے پیغام یہ ہے کہ امارت اسلامیہ کی متحد صف کو اپنے لیے غنیمت اور اللہ کی جانب سے ایک نعمت سمجھیں۔ یہ متحد صف نہ ہوتی تو ہم بھی ایسے ہی انتشار اور فتنے کا شکار ہوتے، جیسا سابقہ جہاد کے بعد ہوا تھا۔ اس لیے اپنے دین اور جہاد کی خاطر اور اس آزردہ حال عوام کی خاطر، جو شرعی اور متحد نظام کی امید پر ہماری طرف دیکھ رہے ہیں، مجاہدین آپس کے اختلافات اور فتنوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ چاہے وہ امارت کے اپنے لوگ، جو الگ جہادی صف کی باتیں کرتے ہیں یا باہر کے لوگ، جیسے داعش یا کوئی بیرونی فتنہ! چوں کہ دشمن اس طرح کی باتوں کو بہت ہوا دیتا ہے۔ روزانہ میڈیا پر اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔ افغان عوام سے درخواست ہے کہ اپنے مجاہدین کی مضبوط حمایت کریں۔ جہاد کو الٰہی فریضہ سمجھیں اور اسے صرف طالبان کی ذمہ داری نہ سمجھیں۔ ان شاء اللہ! اب وہ وقت قریب ہے کہ دشمن دم دبا کر بھاگ جائے گا اور ہمارے ملک میں اسلامی نظام نافذ ہو جائے گا۔

❖❖❖

افغانستان

ستمبر 2015ء میں

احمد فارسی

نوٹ: اس تحریر میں صرف ان واقعات اور دشمن کو پہنچنے والے مالی اور جانی نقصانات کا ذکر کیا گیا ہے، جن کا اظہار دشمن کی جانب سے منظرِ عام پر آیا ہے۔ دشمن نے ان واقعات کی تصدیق بھی کی ہے۔ ستمبر میں مجاہدین کو بڑی فتوحات نصیب ہوئیں۔ ان تمام فتوحات میں ملک کے شمال میں قندوز کی فتح اور اس کے ساتھ تقریباً دس اضلاع پر کنٹرول طالبان کی اہم اور سب سے نمایاں کامیابیاں تھیں۔ اس کارروائی میں دشمن کو شدید جانی اور مالی نقصانات اٹھانا پڑے۔ یہی وجہ تھی کہ کابل ادارے نے غیر ملکی جارحیت پسندوں سے مدد کی بھیک مانگنا شروع کر دی۔ جارحیت پسند ایک مرتبہ پھر میدان میں کود پڑے۔ ان واقعات کی مکمل تفصیل درج ذیل تحریر میں ملاحظہ فرمائیں۔

جارحیت پسندوں کو پہنچنے والے نقصانات:

ستمبر میں جارحیت پسند اپنے اڈوں، فوجی قافلوں اور دوسری جگہوں میں مجاہدین کے تباہ کن حملوں کا نشانہ بنے۔ جس کی وجہ سے انہیں شدید جانی اور مالی نقصانات اٹھانا پڑے۔ ان تمام نقصانات پر یہ قوتیں خاموش رہیں اور اکثر واقعات کا اعتراف تک نہیں کیا۔

23 ستمبر بروز بدھ امریکی فوجیوں نے بگرام میں طالبان کے میزائل حملے میں اپنے ایک فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ اس سے قبل 20 ستمبر کو بولدک قندھار قومی شاہراہ پر ایک فدائی حملے میں 15 جارحیت پسند ہلاک ہوئے، لیکن دشمن نے ایک فوجی کی ہلاکت کا بھی اعتراف نہیں کیا۔

27 ستمبر بروز اتوار بگرام میں ایک اور دھماکہ ہوا، جس میں ایک امریکی ٹینک کے پرخچے اڑ گئے۔ جارحیت پسند اور ان کے ترجمان اس واقعے کے بارے میں میڈیا کو تفصیلات بتانے سے گریز کرتے رہے۔

30 ستمبر کو غاصبوں نے ملک کے شمال میں اپنے ایک فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ یہ اعتراف ایسے وقت کیا گیا، جب شمالی قندوز سے 7 امریکی فوجیوں کی ہلاکت کی مصدقہ اطلاعات موصول ہوئیں، لیکن غاصب ان واقعات سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ ستمبر میں جارحیت پسندوں نے اپنے تیرہ فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا، جس کے ساتھ ہی اس سال مرنے والے امریکی فوجیوں کی تعداد 111، جب کہ جارحیت کے آغاز سے اب تک مرنے والے فوجیوں کی تعداد 3496 ہوگئی ہے۔

کٹھ پتلی حکومت کو پہنچنے والے نقصانات:

کٹھ پتلی حکومت کے اہل کار اس ماہ بھی مجاہدین کے حملوں سے محفوظ نہ رہ سکے۔ قندوز کی فتح کے ساتھ کئی اضلاع کی فتح کے نتیجے میں ان کے جانی اور مالی نقصانات ناقابلِ یقین حد تک پہنچ گئے۔

یکم ستمبر بروز منگل صوبہ غزنی کے ضلع "اندڑ" میں قومی ملیشیا کا ایک کمانڈر اپنے 8 ساتھیوں سمیت ہلاک ہوا۔ اسی دن بغلان کی صوبائی ہائی کورٹ کے سربراہ ضلع پلِ خمری میں ایک حملے کے نتیجے میں ہلاک ہوئے۔

3 ستمبر بروز جمعرات صوبہ ہلمند کے ضلع 'گرم سیر' میں ایک پولیس کمانڈر اپنے 8 ساتھیوں سمیت ہلاک ہوا۔ سات دن بعد لوگر کے ضلع محمد آغا میں قومی ملیشیا کے ایک مشہور کمانڈر کو کابل میں نشانہ بنایا گیا۔ اگلے روز بدخشان کے ضلع یاوان کے سکیورٹی چیف اس صوبے کے راغستان نامی علاقے میں مجاہدین کے ایک حملے میں ہلاک ہوگیا۔ صوبہ بلخ کے ضلع دولت آباد کے گورنر بھی اپنے 4 محافظوں سمیت ستمبر کی 22 تاریخ کو اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ اس کے علاوہ سیکڑوں کاسہ لیس اہل کار قندوز اور اس سے ملحقہ اضلاع میں ہلاک ہوئے، جن کی صحیح

تعداد ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی۔

جارحیت پسندوں کا اپنے کاسہ لیسوں پر فضائی حملہ:

مجاہدین کے تباہ کن حملوں نے جہاں داخلی دشمن کو دن میں تارے دکھا دئے ہیں، وہاں وہ اپنے آقاؤں کے فضائی حملوں سے بھی محفوظ نہیں۔ 7 ستمبر اتوار کے دن جارحیت پسندوں نے ہلمند میں اپنے مزدوروں پر بموں کی بارش کر دی اور اس 'فرینڈلی فائر' کے نتیجے میں 18 اہل کار ہلاک ہو گئے۔ واضح رہے یہ پہلا موقع نہیں، جب غلام اپنے آقا کے حملوں کا نشانہ بنے ہیں۔

دشمن اہل کاروں کی گرفتاری اور رہائی:

گزشتہ مہینوں میں امارت اسلامیہ نے بڑی تعداد میں کٹھ پتلی اہل کاروں کو گرفتار کیا اور پھر ان میں سے اکثر افراد کو مؤثر طریقے سے سمجھانے اور دوبارہ کام نہ کرنے کی مضبوط ضمانت لینے کے بعد رہا کر دیا۔ اس سلسلے میں 4 ستمبر بروز جمعہ مجاہدین نے صوبہ ہرات کے ضلع چشت کے گورنر، آئی جی پولیس، قومی سیکورٹی کے سربراہ سمیت کئی افراد کو گرفتار کر لیا۔ دو دن بعد بدخشان کے ضلع کوہستان کے سیکورٹی سربراہ کو بھی مجاہدین نے گرفتار کر لیا۔ 9 ستمبر کو بھی ہرات کے ضلع کرخ میں غلام ادارے کا ایک کمانڈر، مزدور فوج کے 4 اہل کاروں سمیت گرفتار ہوا۔ یکم ستمبر کو مجاہدین نے بغلان کے ضلع ڈنڈ غوری میں گرفتار شدہ اہل کاروں کو ضمانت کے بعد رہا کر دیا۔

دشمن کو پہنچنے والے مالی نقصانات:

مزدور دشمن اور ان کے غیر ملکی آقا ستمبر میں مختلف علاقوں میں شرم ناک شکست کے ساتھ بھاری مالی نقصانات سے دوچار ہوئے۔ قندوز اور اس کے ساتھ کئی اضلاع کی فتوحات نے اسلحہ اور دوسرے جنگی وسائل کی ایک وافر مقدار دشمن کے ہاتھوں سے چھین لی، جن میں سیکڑوں گاڑیاں اور ٹینک بھی شامل تھے۔ اس کے ساتھ دشمن کے دس سے زیادہ مضبوط اڈے اور ان میں ذخیرہ وسائل اور اسلحہ بھی مجاہدین کے ہاتھ لگا۔ 3 ستمبر کو جمعرات کے دن مجاہدین نے لوگر میں مزدور دشمن کا ایک طیارہ مار گرایا۔

عزم آپریشن:

اس ماہ عزم آپریشن کا سلسلہ بھی مجاہدین کی ایمانی قوت اور مضبوط عزم کی برکت سے کامیابی سے جاری رہا۔ اس دوران ایسی کامیابیاں ملیں، جن کی مثال گزشتہ 14 سالہ جہاد میں نہیں ملتی۔ اس ماہ امارت اسلامی کے مجاہدین نے کئی علاقوں سے دشمن کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ سیکڑوں گاڑیاں اور مختلف قسم کا اسلحہ غنیمت کے طور پر مجاہدین کے ہاتھ آیا۔ ان کے مضبوط اڈے مجاہدین کے قبضے میں ہیں۔ یکم ستمبر کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں دشمن کا ایک بڑا مرکز مجاہدین کے قبضے میں آیا۔ وہ تمام وسائل مجاہدین کے ہاتھ آئے، جو دشمن نے مجاہدین کے ساتھ مقابلے کے لیے ذخیرہ کیے تھے۔ اسی وقت مجاہدین نے صوبہ فاریاب کے تین اہم اسٹریٹیجک علاقوں پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ اسی دن مجاہدین نے بدخشان کے ضلع راغستان میں 65 دیہات بھی فتح کر لیے، جس کے بعد یہ ضلع 11 ستمبر کو مکمل طور پر مجاہدین نے فتح کر لیا۔ راغستان کی فتح کے ایک روز بعد مجاہدین نے مرکزی بغلان میں دشمن کے ایک بڑے مرکز پر حملہ کیا، جس سے دشمن کی افواج اپنے مرکز کو خالی چھوڑ کر بھاگ گئی۔ اس کے بعد دشمن نے تسلیم کیا کہ مرکز پر طالبان نے قبضہ کیا ہے اور وہ جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ 20 ستمبر اتوار کے دن قندھار بولدک شاہراہ پر غیر ملکی اور ملکی کٹھ پتلیوں کے قافلے پر فدائی حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں 15 امریکی غاصبوں سمیت متعدد ملکی محافظین ہلاک ہوئے۔

اس ماہ صلیبی جارحیت پسندوں کے حامی اور خدمت پر مامور عبدالرب سیاف کے گھر پر بھی دو مرتبہ میزائل حملہ کیا گیا۔ 27 تاریخ کو بگرام کے ہوائی اڈے پر گرنے والے طالبان کے مارٹر گولوں کی وجہ سے امریکا کو بڑے پیمانے پر جانی اور مالی نقصانات اٹھانا پڑے۔ اسی طرح 28 ستمبر کو امارت اسلامی کے بہادر

> جس طرح اگست کی رپورٹ میں بھی دشمن نے قندوز اور لوگر کے ان مقامات کا ذکر کیا تھا، جہاں طالبان کی حاکمیت تھی۔ اور یہ کہ وہاں تعلیم و تربیت کی فضا حکومتی علاقوں کی نسبت بہتر ہے۔ اسی طرح ستمبر میں بھی دشمن کی جانب سے اس قسم کے اعترافات سامنے آئے ہیں۔ 25 ستمبر کو "سپوژمی ریڈیو چینل" نے ایک رپورٹ جاری کی؛ "صوبہ ہلمند کے حکومتی عہدے داروں نے کہا ہے مجاہدین نے تعلیم و تربیت کے شعبے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی، بلکہ وہ مدارس اور اسکولوں کے اساتذہ اور طلباء کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ آئیں اور اسکول و مدارس میں درس و تدریس کا آغاز کرکے اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کریں۔

مجاہدین نے ملکی سطح پر پہلے صوبہ قندوز کو چار طرفہ حملہ کرکے مکمل طور پر فتح کیا۔ بے شمار جنگی وسائل کے ساتھ فوجی مراکز، فوجی ٹریننگ سینٹر اور بالا حصار تک مجاہدین نے فتح کرڈالے۔ فتح کے تھوڑی دیر بعد امارت اسلامی کے نئے امیر محترم ملا اختر محمد منصور حفظہ اللہ نے ایک خصوصی اعلامیے میں قندوز کے لوگوں کو تسلی دی:

"آپ کی جان ومال کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی۔ مجاہدین آپ لوگوں کی ہر ممکن خدمت کے لیے تیار ہیں۔ کسی شخص کو اجازت نہیں دیں گے وہ عام شہریوں کے گھروں، دکانوں اور وسائل کے لیے خطرہ بنے۔"

قندوز کی فتح سے دشمن کی بوکھلاہٹ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مجاہدین نے کئی اضلاع پر بھی اپنا کنٹرول حاصل کرلیا۔ اس فتح کے بعد مجاہدین نے تخار کا ضلع ینگی کلا، فراہ کا ضلع خاکِ سفید، بالا حصار، امام صاحب، تالہ اور برفک اضلاع پر بھی امارت اسلامی کا امن و آشتی کا پیغام دینے والا پرچم لہرادیا گیا۔ مزدور دشمن کے اہل کار اپنی ڈیوٹیاں بچانے کے لیے قندوز پر دوبارہ قبضے کی کوشش کرتے رہے، لیکن ناکامی کی صورت میں اپنے غیر ملکی آقاؤں سے مدد کی فریاد کی۔ انہوں نے ہر طرف سے شہر پر بموں کی بارش کردی۔ دوسری جانب زمینی فوج بھی طالبان کے مقابلے میں اتار دی۔ طالبان عام شہریوں کی زندگیاں بچانے کی خاطر 30 ستمبر کی رات کو شہر سے نکل گئے، لیکن اگلی دوپہر واپس شہر پر قبضے کے لیے آئے اور امریکی اور کٹھ پتلیوں کے ساتھ شدید جھڑپیں ہوئیں۔ حالانکہ مزدور دشمن کے ساتھ ان کے صلیبی آقاؤں نے ایک سال قبل سکیورٹی معاہدہ کیا تھا، جس میں کہا گیا کہ صلیبی افواج آئندہ کسی جنگ میں بھی براہِ راست شرکت نہیں کرے گی، لیکن ان کے مظالم کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ان کے طیارے قندوز میں ایک غیر ملکی تنظیم کے تحت چلنے والے ہسپتال پر ڈاکٹروں اور مریضوں کو خون میں نہلا رہے ہیں۔ ان کے کاسہ لیس اپنی تنخواہیں بند ہونے کے ڈر سے خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ مجاہدین پر غیروں کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ لیکن اگلے دن خود ہی بیان دیتے ہیں اگر غیر ملکی افواج کی مدد نہ ہوتی تو ہم قندوز سے ہمیشہ کے لیے محروم رہ سکتے تھے۔

اس کے ساتھ میڈیا اور سیاسی رہنماؤں پر حکومت کی جانب سے یہ پابندی ہے؛ وہ حقائق بیان کرنے سے باز رہیں۔ بیانات دینے سے پہلے حکومتی رائے طلب کرلی جائے۔ اس سے بھی دشمن کا مکروہ چہرہ عوام کے سامنے آشکار ہوا ہے۔ اب ہر شخص جان چکا ہے حکومت کی جانب سے جاری کیے جانے والے بیانات میں کتنی سچائی ہے۔

دشمن کی صفوں میں مجاہدین کا نفوذ:

غیر ملکی جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں پر اُن مجاہدین کے حملے، جو ان کے صفوں میں داخل ہوچکے ہیں، کوئی نئی بات نہیں۔ دشمن بھی اس قسم کے حملوں کی روک تھام میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ ماہ ستمبر میں اس قسم کے کئی حملے ہوئے، جن میں سے صرف دو نمونے کے طور پر نقل کیے جارہے ہیں۔

7 ستمبر بروز اتوار پولیس میں "بھرتی" ہونے والے ایک مجاہد نے زابل کے ضلع شاجوئی میں 5 پولیس اہل کاروں کو فائرنگ کرکے قتل کیا اور مجاہدین تک زندہ سلامت پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ اسی طرح ایک اور "پولیس مین" مجاہدین کے ساتھ رابطے میں رہتے ہوئے جوزجان میں افغان فوج کے 10 اہل کاروں کو قتل کرنے کے بعد محفوظ مقام پر پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

مجاہدین کی جیل سے رہائی:

امارت اسلامی کے سرفروش مجاہدین نے 14 ستمبر کو ایک مرتبہ پھر تاریخی کاروائی کرکے غزنی جیل توڑ کر قندھار جیل کی یاد تازہ کردی۔ اس قابلِ فخر کاروائی میں 400 سے زیادہ مجاہدین رہائی پانے میں کامیاب ہوئے۔ دشمن نے بھی حقائق تسلیم کرنے کا تلخ گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے کہا؛ 'ان قیدیوں میں 148 خطرناک قیدی شامل تھے۔' اس کے بعد 28 ستمبر کو بھی مجاہدین نے قندوز کی فتح کے دوران سیکڑوں مظلوم قیدیوں کو بھی آزادی کا پروانہ جاری کیا، جس کے نتیجے میں 700 سے زیادہ قیدی جیل سے رہا ہوئے۔ ان قیدیوں میں بھی اکثریت ان مجاہدین کی تھی، جو اپنے دین، وطن اور ناموس کے دفاع کے جرم میں پکڑے گئے تھے۔

دشمن کا اپنی بے بسی پر اعتراف:

ملک میں حالیہ شکستوں، مغربی آقاؤں سے مدد کی بھیک اور جنگ سے افغان فوج کے فرار نے ثابت کیا ہے؛ افغان کٹھ پتلی فوج میں باہمی تعاون کا فقدان اور لڑنے کی قوت صفر ہے۔ ثبوت کے طور پر حکومت کے وزیر داخلہ کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیں، جو 13 ستمبر کو قندوز کی فتح سے پہلے دیا گیا تھا:

''ہمیں فوج اور پولیس کی کمی کا سامنا ہے۔ موجودہ اہل کاروں میں طالبان سے مقابلہ کرنے کی قوت نہیں ہے۔''

دشمن کی جانب سے عوامی تکالیف اور نقصانات:

اس ماہ بھی عام شہری دشمن کی جانب سے دی جانے والی اذیتوں کی وجہ سے سکھ کا سانس نہیں لے سکے۔ آخری اطلاعات کے مطابق 29 عام شہری 'مزدور دشمن' اور ان کی کٹھ پتلیوں کے فضائی حملوں اور دوسری کاروائیوں میں شہید ہوچکے ہیں۔ یکم ستمبر بروز منگل ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے ارکان پارلیمنٹ نے ایک اعلامیے میں کہا:

''افغان فوج کا طالبان کے خلاف شروع کیا گیا ''آہنی مثلث'' نامی آپریشن میں اب تک 70 عام شہری بھی شہید ہوئے ہیں۔''

مزدور فوج اور ان سے ملحقہ غیر سرکاری مسلح افراد کی جانب سے عام شہریوں کو شدید جانی نقصانات اٹھانا پڑے ہیں۔ 5 ستمبر کو میڈیا نے ضلع بلخ سے 13 عام شہریوں کی شہادت کی خبر دی۔ اسی دن قومی ملیشیا کے وحشی درندوں نے غزنی کے ضلع انڈڑ میں ایک نامور دینی عالم ''مولوی نعمت اللہ'' کو شدید تشدد کرکے شہید کردیا۔ دو دن بعد لوگر کے علاقے محمد آغا میں مزدور دشمن کی ایک کاروائی میں 10 سے زیادہ عام شہری، جن میں زیادہ تعداد عورتوں اور بچوں کی تھی، شہید ہوئے۔ 14 تاریخ کو مزدور دشمن کے اہل کاروں نے ''محمد آغا'' میں ایک بار پھر وحشت اور درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے 3 شہریوں پر گاڑی چڑھا دی، جس کے نتیجے میں تینوں شہری شہید ہوگئے۔ 27 ستمبر کو امریکی کاسہ لیسوں کی جانب سے پکتیکا کے ضلع خیر کوٹ میں والی بال گراؤنڈ میں دھماکہ کیا گیا، جس میں 15 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ جس کی مکمل تفصیل الامارہ ویب سائٹ پر ''شہریوں کے نقصانات'' کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔

قومی وحشت کی حکومت:

اگرچہ اس سے قبل بھی افغانستان کے عوام حکومت کی وحشتوں، لوٹ مار اور اذیتوں سے تنگ تھے، مگر اب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے۔ اب مسلسل حکومت کے خلاف مظاہرے شروع ہوگئے ہیں۔ اس سلسلے میں 5 ستمبر کو ہفتے کے دن کابل میں مظاہرین نے حکومت کو خبردار کیا کہ اگر قومی وحشت کے رہنما اپنے پاگل پن پر ڈٹے رہے تو ہم ان کا گریبان پکڑ کر احتساب کریں گے۔ جب 9 ستمبر کو شمالی جنگجو رہنما ''احمد شاہ مسعود'' کی برسی تھی، کابل شہر میں شمالی جنگجوؤں کے مسلح لشکر گشت کرتے رہے۔ اس وقت ان کی بدمعاشی اور اندھا دھند فائرنگ نے ایک مرتبہ پھر شوریٰ نظار کے جنگجوؤں کی یاد تازہ کردی۔ برسی کے موقع پر بدمعاشی کی گئی اور شہر کے امن کو تاراج کیا گیا۔ ان افراد نے شہر میں کئی لوگوں پر تشدد کیا۔ اس دوران ان کیے تشدد سے ان کی سکیورٹی پر مامور ایک اہل کار بھی ہلاک ہوگیا۔ 14 ستمبر کو جرمنی کی ایک ریڈیو سروے رپورٹ انٹرنیٹ پر جاری ہوئی، جس میں بتایا گیا تھا: ''87 فیصد افغان عوام موجودہ حکومت کی کارکردگی سے نالاں ہیں۔ عوام نے حکومت کو ناکام ترین حکومت قرار دیا ہے۔''

مجاہدین کی تعلیم سے محبت پر دشمن کا اعتراف:

جس طرح اگست کی رپورٹ میں بھی دشمن نے قندوز اور لوگر کے ان مقامات کا ذکر کیا تھا، جہاں طالبان کی حاکمیت تھی۔ اور یہ کہ وہاں تعلیم و تربیت کی فضا حکومتی علاقوں کی نسبت بہتر ہے۔ اسی طرح ستمبر میں بھی دشمن کی جانب سے اس قسم کے اعترافات سامنے آئے ہیں۔ 25 ستمبر کو ''سپوژمی ریڈیو چینل'' نے ایک رپورٹ جاری کی؛ ''صوبہ ہلمند کے حکومتی عہدے داروں نے کہا ہے مجاہدین نے تعلیم و تربیت کے شعبے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی، بلکہ وہ مدارس اور اسکولوں کے اساتذہ اور طلباء کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ آئیں اور اسکول و مدارس میں درس و تدریس کا آغاز کرکے اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کریں۔

لوگوں میں جلاوطنی کا بڑھتا رجحان:

ہم نے گزشتہ مہینے افغانستان سے اہل علم، تجربہ کار ماہرین اور حکومتی افراد کے ملک چھوڑنے کا جو ذکر کیا تھا، وہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ حکومتی پالیسیوں کی 'برکت' سے افغان شہری صحراؤں اور سمندروں کے پُرخطر راستوں سے جان پر کھیل کر یورپی ممالک میں پناہ لینے پر مجبور ہیں۔ 14 ستمبر بروز اتوار ''آزاد میڈیا فورم برائے افغانستان'' نے ایک رپورٹ میں کہا ہے: 23 افغان صحافی ملک میں امن و امان کی خراب صورت حال کی وجہ سے ملک چھوڑ چکے ہیں۔ وہ اب دوسرے ممالک میں جائے پناہ کی تلاش میں ہیں۔''

سیمیر

جنگی جرائم (ستمبر 2015)

امریکا نے افغانستان میں قندوز پر فضائی حملہ کر کے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ وہ اب بھی اس خطے میں جنگی جرائم کی سیاہ دنیا آباد رکھے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ وہ افغان حکومت کے نام پر ایک گروہ کو اِن سیاہ کاریوں کے لیے مالی و اخلاقی امداد فراہم کرنے میں بھی مصروف ہے۔ اسی تناظر میں یکم ستمبر 2015ء کو صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے علاقے "اتڑیو" میں حکومتی فورسز کی جانب سے داغے گئے راکٹ ایک عام شہری "گل جان" کے گھر پر جا گرے۔ جس کے نتیجے میں گھر مکمل طور پر تباہ ہو گیا اور اس کی دو بچیاں شہید اور دو افراد زخمی ہو گئے۔ اسی دن صوبہ فراہ ضلع گلستان کے علاقے بغال میں حکومتی فورسز کی فائرنگ سے ایک معصوم بچہ شہید ہو گیا۔

2 ستمبر کو صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے علاقے توغی میں حکومتی فورسز کی جانب سے داغے گئے راکٹ حاجی شاہ ولی جامع مسجد پر جا گرے، جس کے نتیجے میں مسجد کا ایک حصہ منہدم ہوا اور پانچ نمازی زخمی ہو گئے۔ اسی دن صوبہ کاپیسا ضلع تگاب کے علاقے بدر اور شاہ خیل میں حکومتی فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون اور تین بچے زخمی ہو گئے۔

اگلے دن 3 ستمبر کو صوبہ روزگان ضلع دہراود کے علاقے زرتالی میں پولیس نے اندھا دھند فائرنگ کر کے تین افراد کو شہید اور دو کو زخمی کر دیا۔

5 ستمبر کو صوبہ غزنی ضلع شلگر کے مضافات میں اربکی ملیشیا نے ایک امام مسجد کو بلاوجہ شہید کر دیا۔

6 ستمبر کو میڈیا نے رپورٹ شایع کی کہ صوبہ لوگر ضلع محمد آغا کے علاقے زرغون شہر میں فورسز کے آپریشن میں سات خواتین، پانچ بچے شہید اور 15 شہری زخمی ہوئے۔ اسی دن صوبہ ہلمند کے ضلع موسیٰ قلعہ میں حکومتی فورسز نے تین عام شہریوں (محمد خان ولد حاجی اسماعیل اور صمد جان اور حاجی اختر) کو شہید کر دیا۔

7 ستمبر کو قابض افواج نے رات کی تاریکی میں قندھار کے ضلع خاکریز کے 'ساگی' کے مقام پر چھاپہ مارا۔ مقامی لوگوں کی 8 موٹر سائیکلوں کو جلا دیا گیا، جب کہ دس افراد کو حراست میں لیا گیا۔

10 ستمبر کو صوبہ پکتیا ضلع پٹان کے علاقے نواں کلی میں مقامی آبادی پر فورسز کی جانب سے داغے گئے گولے جا گرے، جس کے نتیجے میں ایک شخص شہید اور تین زخمی ہوئے۔

15 ستمبر کو صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے علاقے 'گوڈلو' میں حکومتی فورسز کی گولہ باری سے ایک خاتون شہید اور ایک زخمی ہو گئی۔ اسی دن صوبہ بادغیس ضلع سنگ آتش کے علاقے 'آب کمری' میں حکومتی فورسز کے فضائی حملے میں ایک خاتون شہید اور تین زخمی ہو گئیں۔

اگلے دن 16 ستمبر کو صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے علاقے 'گل داد خیل' میں حکومتی فورسز کی فائرنگ سے دو عام شہری شہید ہو گئے۔

17 ستمبر کو قندھار ضلع میوند کے علاقے 'ریگین' میں حکومتی فورسز نے آپریشن کے دوران دکانوں، دو ٹریکٹرز اور ایک موٹر کار کو جلا دیا اور مقامی لوگوں کے گھروں سے تلاشی کے دوران قیمتی اشیاء اور نقد رقم لوٹ لی۔

18 ستمبر کو صوبہ ننگرہار ضلع 'سرخ رود' کے علاقے 'شمپشور' میں حکومتی فورسز نے فائرنگ کر کے دو بے گناہ شہریوں کو زخمی کر دیا۔

19 ستمبر کو صوبہ غزنی ضلع دایک کے علاقے قلعہ عالم میں فورسز نے راکٹ داغا، جو ایک مقامی شہری حاجی رحیم اللہ کے گھر پر جا گرا، جس کے نتیجے میں دو بچے شہید اور چار زخمی ہو گئے۔

20 ستمبر کو صوبہ پکتیا ضلع پٹان کے مضافات میں پولیس کی فائرنگ سے ایک شخص شہید ہو گیا۔

23 ستمبر کو صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود کے بازار میں فورسز نے چھاپہ مار کر 80 افراد کو حراست میں لے لیا، جن میں بوڑھے اور مساجد کے پیش امام بھی شامل ہیں۔

23 ستمبر کو صوبہ کنڑ ضلع دانگام کے علاقے 'مانوگی' میں فورسز کی فائرنگ سے دو بچے زخمی ہو گئے۔ اس کے علاوہ مقامی لوگوں کو مالی نقصان بھی پہنچا۔

اقتباسات:

بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک خبر رساں ایجنسی، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور بینوا ویب سائٹس

ذی الحجۃ کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	47	1	15	0	143	33	20	1	1	1
-2	ہلمند	98	0	0	0	164	42	46	4	10	0
-3	غزنی	34	0	0	0	33	17	16	1	11	0
-4	خوست	33	0	0	0	64	24	14	1	2	0
-5	نورستان	28	0	0	0	105	77	17	10	22	0
-6	میدان وردگ	2	0	0	0	5	6	0	2	0	0
-7	کونڑ	17	0	0	0	27	21	5	1	5	0
-8	پکتیکا	19	0	0	0	16	2	4	2	4	0
-9	زابل	14	0	0	0	24	13	3	2	1	0
-10	لوگر	20	0	0	0	32	24	5	3	8	0
-11	کاپیسا	60	0	0	0	40	16	6	0	0	0
-12	روزگان	18	0	15	0	16	21	0	0	0	0
-13	پکتیا	25	0	0	0	47	44	12	2	0	0
-14	فراہ	32	0	0	0	68	28	8	0	0	0
-15	کابل	35	3	17	5	65	32	41	4	0	2
-16	ننگرہار	66	0	0	0	103	43	24	3	3	0
-17	لغمان	19	0	0	0	29	21	6	0	0	0
-18	ہرات	2	0	0	0	1	0	0	0	0	0
-19	نیمروز	31	0	6	0	81	52	12	6	5	0
-20	بادغیس	22	0	0	0	43	14	4	0	0	0
-21	قندوز	19	0	0	0	41	38	9	0	2	0
-22	بغلان	56	0	0	0	103	74	13	3	7	0
-23	فاریاب	22	0	0	0	71	63	12	1	9	0
-24	غور	15	0	0	0	21	5	7	0	0	0
-25	پروان	15	0	4	0	12	4	5	0	0	0
-26	تخار	11	0	0	0	30	12	0	1	5	0
-27	سمنگان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-28	بدخشان	12	0	0	0	83	9	2	5	5	0
-29	بامیان	3	0	0	0	1	1	4	0	0	0
-30	بلخ	20	0	0	0	28	21	9	0	0	0
-31	جوزجان	14	0	0	0	26	2	0	0	0	0
-32	دائی کنڈی	3	0	0	0	5	0	2	0	0	0
-33	سرپل	11	0	0	0	15	13	3	0	4	0
-34	پنجشیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		**822**	**4**	**57**	**5**	**1542**	**772**	**309**	**52**	**104**	**3**

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے : 1- جلال آباد میں فوجی طیارہ 2- پکتیا میں ایک ہیلی کاپٹر
3 - کابل میں ایک ہیلی کاپٹر 4- لوگر میں دو ہیلی کاپٹر 5- پروان میں فوجی طیارہ
6- قندوز میں ایک ہیلی کاپٹر 7- بامیان میں ایک ہیلی کاپٹر

240

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

4th Year November 2015

اللہ تعالیٰ کی نصرت ، فتوحات اور غنیمتوں سے مالامال ، امارت اسلامیہ
افغانستان کے سرفروش مجاہدین کا لشکر جرار۔ تمام مسلمانوں سے گذارش ہے
اپنی دعاؤں اور تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔ {ادارہ ماہنامہ شریعت}